CPL # 295

جلد 04 مارچ 2013 شمارہ 03

مَیں ہاں میخوار محمد دا

ہے نام قرآن حدیث اندر احمد مختار محمد دا
تاہیوں اک ذرہ ذرہ لئے فرماں نبردار محمد دا
جے نور خدا دا نئیں سوہنا کیویں لنگھ عرشاں توں پار گیا
کیوں رستہ روکیا نئیں دس کھاں فلکی دیوار محمد دا
نبی پاک نے خطبے وچ دسیا جو محشر تیکر ہونا ایں
لج علم ترازو وچ پاون کئی ہانجار محمد دا
اوہ وچ میداناں مردا نئیں کدی ساراں کولوں ڈر دا نئیں
جیہڑا وانگ بلال دے پڑھ لیندا کلمہ اک وار محمد دا
اک میں توں کیہ سب غوث ولی کل پیر پیغمبر مرسل وی
رب کولوں منگ دے رہندے نے ہر دم دیدار محمد دا
سُن سُن کے رسالت دا نعرہ اج جھلے لوکیں سڑ دے نے
طیبہ دیاں گلیاں وچ لایا نعرہ انصار محمد دا
میں میخانے ول جاندا نئیں بس نظراں نال ہاں پی لیندا
پراںہ لے جاؤ جام صراحیاں نوں میں ہاں میخوار محمد دا
سچے عارف صوفی کہندے نے نبی حاضر ناظر رہندے نے
دربار خدا دا ہے جتھے اوتھے دربار محمد دا
میں اوہ یوسفؔ ہاں اتّی کیہ جیہدا کوڈی مل نہ پیندا سی
جے سر تے سایہ نہ ہندا مدنی سردار محمد دا

کلام: پیر طریقت رہبر شریعت شاعر اہلسنت حاجی محمد یوسف علی نگینہ رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ البقرۃ: يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِىْ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِى الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَاِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَاَمْنًا ؕ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِىَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

ترجمہ: اے اولاد یعقوب (علیہ السلام) یاد کرو میرا احسان[1] جو میں نے تم پر کیا اور وہ جو میں نے اس زمانہ کے سب لوگوں پر تمہیں بڑائی دی،[2] اور ڈرو[3] اس دن سے کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو گی[4] اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑیں اور نہ کافر کو کوئی سفارش نفع دے اور نہ ان کی مدد ہو[5]۔ اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا[6] تو اس نے وہ پوری کر دکھائیں فرمایا میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں[7] عرض کی اور میری اولاد سے فرمایا میرا عہد ظالموں کو نہیں پہنچتا[8]۔ اور یاد کرو جب ہم نے اس گھر کو لوگوں کے لئے مرجع اور امان بنایا[9] اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کا مقام بناؤ[10] اور ہم نے تاکید

---

[1] اس سے دو مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ نبی کی اولاد ہونا باعث عزت ہے اور رب کی رحمت ہے۔ دوسرے یہ کہ رب کی نعمتوں کا چرچا کرنا، ذکر کرنا شکر کی قسم ہے اس سے محفل میلاد کا ثبوت ہوا۔

[2] یعنی اس زمانہ میں بنی اسرائیل تمام انسانوں، فرشتوں اور تمام مخلوقات سے افضل تھے۔ کیونکہ یہ نبیوں کی اولاد تھے اور ان میں صالحین بہت تھے اب حضور ﷺ کا انکار کر کے اور سرکشی کر کے ذلیل ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ عزت حضور ﷺ کے قدم سے وابستہ ہے۔ جو ان کا ہو گیا عزت پا گیا۔ جو ان سے پھر گیا ذلیل ہو گیا۔

[3] خیال رہے کہ اگر تقویٰ کے بعد آگ وغیرہ کا ذکر ہو تو اس کے معنی بچنا ہوتے ہیں۔ جیسے واتقوا النار اور اگر اس کے بعد قیامت یا اللہ کا ذکر ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں ڈرنا جیسے اتقوا اللہ، لہٰذا یہاں ڈرنا مراد ہے۔ کیونکہ اللہ سے یا قیامت سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

[4] یہاں پہلے نفس سے مراد جان ہے اور دوسرے نفس سے مراد کفار ہیں۔ یعنی کافر کا بدلہ کوئی نہ بنے گا۔ مومن کا ذکر دوسری آیت میں ہے، یہ تمام عذاب کفار کے ہیں۔

[5] یہ تمام چیزیں کافروں کے لئے ہیں۔ مسلمانوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں کا فدیہ کفار ہیں اور ان کے لئے شفاعت و مدد بھی ہے، جیسا کہ دوسری آیات سے ثابت ہے۔ رب فرماتا ہے۔ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون۔

[6] یا کچھ شرعی احکام جیسے مونچھ ترشوانا، ناک میں پانی کا استعمال، مسواک، ناخن ترشوانا، بغل، زیر ناف کے بالوں کی صفائی، ختنہ، پانی سے استنجا کرنا، یہ چیزیں آپ پر فرض تھیں، یا امتحان جیسے فرزند کا ذبح، بیوی بچہ کو بے آب و دانہ جنگل میں چھوڑنا وغیرہ۔

[7] یہاں امامت سے مراد نبوت نہیں، کیونکہ نبوت تو پہلے ہی مل چکی تھی۔ تب ہی تو آپ کا امتحان لیا گیا۔ بلکہ اس امامت سے مراد وہ خصوصی صفات ہیں جو آپ کو عطا ہوئے جیسے خلیل اللہ ہونا، تمام انبیاء کا آپ کی اولاد میں ہونا، تمام دینوں میں ذکر۔

[8] ظالم فاسق کو بھی کہتے ہیں کافر کو بھی اور مشرک کو بھی، یہاں تیسرے معنی مراد نہیں، اگر عہد سے مراد نبوت ہو تو ظالم سے مراد فاسق ہو گا۔ اور اگر عہد سے مراد دینی پیشوائی ہو تو ظالم سے مراد کافر ہو گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنی اولاد کے لئے دعا خیر کرنا سنت انبیاء ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ فاسق نبی نہیں ہو سکتا اور نبی فاسق نہیں ہو سکتے، یہ بھی معلوم ہوا کہ کافر مسلمانوں کا دینی پیشوا نہیں ہو سکتا اور مسلمانوں کو اس کی اطاعت جائز نہیں۔ بلکہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے تو یزید فاسق کے مقابل جان دے دی۔ اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیا۔

[9] کہ سب مسلمان اپنی دینی ضرورتیں پوری کرنے کعبۃ اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں، وہاں پہنچ کر حج و عمرہ کرتے ہیں اور ادھر منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں دعا کرتے ہیں اور ادھر ہی منہ کر کے دفنائے جاتے ہیں، وہاں قتل و غارت سے امن ہے۔ مومن کو وہاں پہنچ کر انشاء اللہ عذاب الٰہی سے امن ہے۔

فرمائی ابراہیم واسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا کرو[11] طواف والوں اور اعتکاف والوں اور رکوع و سجود والوں کے لئے[12]، اور جب عرض کی ابراہیم نے کہ اے رب میرے اس شہر کو امان والا کردے[13] اور اس کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دے جو ان میں سے اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائیں، فرمایا اور جو کافر ہوا تھوڑا برتنے کو اسے بھی دوں گا[14] پھر اسے عذاب دوزخ کی طرف مجبور کروں گا اور بہت بری جگہ ہے پلٹنے کی، اور جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں اور اسمٰعیل[15] یہ کہتے ہوئے کہ اے رب ہمارے ہم سے قبول فرما بیشک تو ہی ہے سنتا جانتا[16]، اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں سے ایک امت تیری فرمانبردار[17] اور ہمیں ہماری عبادت کے قاعدے بتا اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما بیشک تو ہی ہے بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان، اے رب ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہیں میں سے[18] کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے[19] اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے[20] اور انہیں خوب ستھرا فرمائے[21] بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

---

[10] مقام ابراہیم وہ پتھر ہے، جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا۔ وہ اب تک کعبہ شریف کے پاس موجود ہے۔ مصلیٰ بنانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کو سامنے لے کر طواف کے نفل ادا کرو۔ جیسا کہ آج بھی حاجی کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس پتھر کو نبی کی قدم بوسی حاصل ہو جائے اس کی عظمت ہو جاتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عین نماز کی حالت میں غیر اللہ کی تعظیم جائز ہے کہ مقام ابراہیم کا احترام نماز میں ہوتا ہے لہٰذا عین نماز کی حالت میں غیر اللہ کی تعظیم جائز ہے کہ مقام ابراہیم میں حضور ﷺ کی تعظیم نماز کو ناقص نہ کرے گی بلکہ کامل بنائے گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جب پتھر نبی کے قدم لگنے سے عظمت والا ہو گیا تو حضور ﷺ کے ازواج و اصحاب کی عظمت کا کیا پوچھنا ہے۔ اس سے تبرکات کی تعظیم کا بھی ثبوت ملتا ہے۔

[11] اس سے معلوم ہوا کہ مسجدوں کو پاک صاف رکھا جائے۔ وہاں گندگی اور بدبودار چیز نہ لائی جائے۔ یہ سنت انبیاء ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتکاف عبادت ہے اور پچھلی امتوں کی نمازوں میں رکوع سجود دونوں تھے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجدوں کا متولی ہونا چاہیے اور متولی صالح انسان ہو۔

[12] یعنی حرم شریف کو نمازیوں معتکفین اور طواف والوں کے لئے تمام ظاہری و باطنی گندگیوں سے پاک و صاف رکھو۔ پتہ لگا کہ طواف و نماز و اعتکاف بڑی پرانی عبادتیں ہیں جو زمانہ ابراہیمی میں بھی تھیں۔

[13] خیال رہے کہ نیکی کرکے قبولیت کی دعا کرنا سنت خلیل ہے۔ لہٰذا بعد نماز جنازہ اور روزے کے افطار کے وقت کی دعائیں بہتر ہیں کہ اس میں قبولیت کی دعا ہے۔

[14] اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی انبیاء کرام علیہم السلام کی دعا کچھ ترمیم سے قبول کرتا ہے کہ پچھلی دعا میں تخصیص اور اس دعا میں تعمیم فرما کر قبول فرمائی، یہ دعا کا رد نہیں بلکہ ترمیم قبولیت ہے۔

[15] بعض بزرگ مسجد کی تعمیر نیک مسلمانوں سے کراتے ہیں اور بار بار بناتے ہیں، یہ آیت ان کی دلیل ہے کہ کعبہ خلیل اللہ نے بنایا اور یہ دعا کرتے ہوئے بنایا۔

[16] بلد فرمانے سے معلوم ہوا کہ مکہ معظمہ شہر تھا اور ہمیشہ شہر رہے گا کبھی گاؤں نہ بنے گا۔ نیز یہاں اگرچہ پیداوار نہ ہو مگر یہاں کے لوگوں کو رزق ملے گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ نے بندوں کی زبان کن کی کنجی ہوتی ہے، رب کی وہ مانتے ہیں رب ان کی مانتا ہے۔

[17] معلوم ہوا کہ سارے سید کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ اولاد ابراہیم ہیں جن کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ مقبول دعا مانگی۔

[18] یعنی اس امت مسلمہ میں نبی آخر الزمان کو بھیج۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارے حضور ﷺ کی تشریف آوری کی دعا کی۔ حضور ﷺ دعائے ابراہیم و بشارت مسیح ہیں۔

[19] معلوم ہوا کہ حضور ﷺ امت مسلمہ میں پیدا ہوئے اور حضور ﷺ کے آباؤ اجداد موحد مومن تھے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا قبول ہوئی۔ اللہ نے آپ کے والدین بلکہ تمام آباؤ اجداد کو شرک، کفر، اور زنا سے پاک و صاف رکھا۔ اس کی تحقیق ہماری تفسیر نعیمی میں دیکھئے جہاں (حضرت آمنہ و عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ایمان کی مفصل بحث ہے۔

[20] ابراہیم علیہ السلام نے حضور ﷺ کے متعلق بہت سی دعائیں مانگیں جو رب تعالیٰ نے لفظ بلفظ قبول فرمائیں۔ حضور ﷺ مومن جماعت میں پیدا ہوں۔ حضور ﷺ مکہ معظمہ میں ہی پیدا ہوں۔ حضور ﷺ صاحب کتاب رسول مرسل ہوں۔ حضور ﷺ کو کتاب کے علاوہ حکمت بھی عطا ہو۔ یعنی حدیث۔ حضور ﷺ تمام جہان کے معلم ہوں کہ سب ان سے سیکھیں۔ وہ بڑے ہو کر کسی سے نہ سیکھیں۔ حضور ﷺ کے پاس بیٹھنے والے سب پاک مومن ہوں۔ کوئی فاسق و فاجر نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا جو شخص صحابہ رضی اللہ عنہم کو فاسق و فاجر کہے وہ ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کی قبولیت کا منکر ہے۔ جس خوش نصیب جماعت کو حضور ﷺ جیسا مزکی اور پاک و صاف فرمانے والا معلم ملے وہ جماعت کیسی پاک ہو گی۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ قبولیت دعا کی جگہ ہے۔ یہ بھی علم ہوا کہ ہر نیک کام کرکے قبولیت کی دعا کرنی چاہیے۔

[21] اس سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ ایک یہ کہ قرآن آسان نہیں ورنہ اس کی تعلیم کے لئے حضور ﷺ نہ بھیجے جاتے۔ دوسرے یہ کہ قرآن کے ساتھ حدیث کی بھی ضرورت ہے۔ اسی طرف والحکمۃ میں اشارہ ہے۔ تیسرے یہ کہ اعمال سے طہارت نصیب نہیں ہوتی، طہارت نفسانی روحانی جسمانی پاک مصطفیٰ ﷺ سے نصیب ہوتی ہے، جیسا کہ یزکیھم سے معلوم ہوا۔

بیت الخلاء میں داخلہ کی دعاء

حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَنَساً يَقُولُ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ قَالَ: «اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ»

Translation: Narrated Anas (رضی اللہ عنہ) whenever the Prophet (ﷺ) went to answer the call of nature, he used to say, O Allah, I seek refuge with you from devils – males and females (for all offensive and wicked things, evil deeds etc.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلا میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ ۔[1] اے اللہ! میں ناپاکی اور ناپاکوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب مایقول عند الخلاء، رقم الحدیث: 142. صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب ما یقول اذا اراد دخول الخلاء، رقم الحدیث: 375 صحیح بخاری اور مسلم کے الفاظ میں فرق ہے۔ مشکوۃ المصابیح، کتاب الطہارۃ، باب آداب الخلاء، رقم الحدیث: 310، چہل حدیث، مجدد الف ثانی، تخریج ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس

واش روم میں جب بھی داخل ہوں تو بایاں (left) پاؤں اندر رکھیں اور نکلتے وقت دایاں پاؤں (right) باہر رکھیں۔ حضرت انس اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، جب کوئی شخص بیت الخلاء میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے:۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ اے اللہ! میں تیری پناہ طلب کرتا ہوں ہر قسم کی گندگی سے اور نر اور مادہ شیطانوں سے۔

بیت الخلاء سے باہر نکلتے وقت یہ دعا پڑھیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب بھی بیت الخلاء سے باہر نکلتے تو کہتے:۔ غُفْرَانَكَ (اے اللہ میں تیری مغفرت کا طالب ہوں)

("میرا قاعدہ میرا محسن" از: صاحبزادہ محمد بن محسن محسنی متعلم اولیول)

مال و دولت میں برکت کا طریقہ

از: پیر طریقت محی السنہ حاجی محمد محسن منور یوسفی مدظلہ العالی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔
وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ
اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ (سورۃ البقرہ، 43)
زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا مال ہلاکت، کاروبار میں نقصان اور قحط میں مبتلا فرمایا جائے۔ زکوٰۃ فرض عبادات میں سے ہے اور اس کا ادا کرنا ہر صاحب نصاب پر فرض ہے۔ اس کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ طبرانی نے اوسط میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جو قوم زکوٰۃ نہ دے گی اللہ تبارک و تعالیٰ اُسے قحط میں مبتلا فرمائے گا۔ اسی طرح بخاری اپنی تاریخ میں اور امام شافعی و بزاز وبیہقی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ نے فرمایا جب بھی زکوٰۃ مال میں مخلوط ہوگی تو اُسے ہلاک کردے گی۔ اب مال میں زکوٰۃ مخلوط ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

وہ اتنا مالدار شخص تھا، کہ اُس کے خزانوں کی کنجیاں زور آور جماعت پر بھاری تھیں، تو خود سوچیے اُس کے مال وزر کا کیا عالم ہوگا؟

یہ کہ صاحب نصاب جس پر خود زکوٰۃ فرض ہو وہ حقیر بن کر لوگوں سے زکوٰۃ لے اور اپنے مال میں ملا لے۔ دوسرے یہ کہ آدمی زکوٰۃ نکالے وہ مال جو زکوٰۃ کا نکلنا چاہیے تھا وہ اپنے مال ہی میں رکھے تو اس طرح وہ دونوں مال ہلاک ہو جائیں گے۔ مال کی برکت ختم ہو جائے گی یا کوئی ناگہانی آفت پڑے گی جس سے سارا مال برباد ہو جائے گا جیسے بیماری، مقدمہ، چوری، ڈکیتی سے یا جل جائے، غرق ہو جائے یا ڈوب جائے، کوئی حادثہ ایکسیڈنٹ وغیرہ یا آندھی طوفان میں مال برباد ہو جائے وغیرہ یعنی جب تک مال سے زکوٰۃ نہ نکالی جائے گی اس وقت تک وہ مال ہلاکت سے نہ بچے گا تو معلوم ہوا کہ زکوٰۃ نکالنے میں فائدہ اور نہ نکالنے میں نقصان ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ وَ لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۠ اور جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہرگز اسے اپنے لیے اچھا نہ سمجھیں بلکہ وہ ان کے لیے برا ہے عنقریب وہ جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ان کے گلے کا طوق ہوگا۔ اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا اور اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

قارون کی دولت زمین میں کیوں دھنس گئی:

حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص قارون تھا اور یہ آپ کے چچا کا بیٹا تھا۔ اُس کے پاس مال و دولت کی فراوانی کا یہ عالم تھا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَ اٰتَیْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَاۤ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِی الْقُوَّةِ۔

"اور ہم نے اُس کو اتنے خزانے دیئے، جن کی کنجیاں ایک زور آور جماعت پر بھاری تھیں۔"
وہ اتنا مالدار شخص تھا کہ اُس کے خزانوں کی کنجیاں زور آور جماعت پر بھاری تھیں، تو خود سوچیے اُس کے مال وزر کا کیا حال ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے قارون سے فرمایا: اَحْسِنْ كَمَاۤ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ۔ نیکی کر جیسا کہ اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے۔ (القصص 77)
یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھے مال و دولت سے سرفراز کیا ہے اور تو بھی اس کی راہ میں خرچ کر جب قارون نے اپنے مال و اسباب کا حساب لگایا تو بہت ساری رقم بنتی تھی جو اسے راہِ خدا میں دینا ضروری تھی۔ تو اُس بدبخت نے کہا اس میں اللہ تعالیٰ کا مجھ پر کیا احسان ہے (معاذ اللہ) اِنَّمَاۤ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِیْ۔ یہ تو مجھے ایک علم سے ملا ہے جو میرے پاس ہے (القصص، 78)

اس لعین نے راہِ خدا میں خرچ کرنے کی بجائے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے مخالفت اور عداوت شروع کردی۔ چنانچہ قارون کو مال سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ۔ پس ہم نے اس کو اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا۔ (القصص، 81)

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ مال رہا نہ مال والا رہا۔ اسی لیے بار بار قرآن کریم نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کے فوائد اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے کے نقصانات کا ذکر کیا ہے۔

حضور نبی کریم رسولِ عظیم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ (مسلم، بخاری، مشکوٰۃ)

ایک فرشتہ کہتا ہے:۔ اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا۔ اے اللہ سخی کو مالا مال کر۔ اور دوسرا فرشتہ کہتا ہے اللّٰهُمَّ أَعْطِ مُمْسِكًا تَلَفًا۔ اے اللہ بخیل کو برباد کر۔

گنجے نابینے اور کوڑھ والے کی آزمائش

آزمائش: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین آدمی تھے کوڑھ والا، گنجا اور اندھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کرنا چاہی تو ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا جو پہلے کوڑھ والے کے پاس آیا اور اس سے کہا: فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ۔ فرشتے نے کہا تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: قَالَ لَوْنٌ حَسَنٌ وَجِلْدٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ۔

"اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مجھ سے یہ بیماری جاتی رہے، جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔"

کوڑھ والے کا یہ جواب سن کر اس فرشتے نے جو کہ انسانی شکل میں اس کے پاس بطور ولی یا طبیب آیا تھا۔ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ قَذَرُهُ وَأُعْطِيَ لَوْنًا حَسَنًا وَجِلْدًا حَسَنًا۔ اس نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری جاتی رہی اور اس کو اچھا رنگ اور اچھی جلد عطا ہو گئی۔

اس نے کوڑھی پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری جاتی رہی، وہ تندرست ہو گیا۔ اس کی رنگت اور جلد درست ہو گئی اور وہ حسین و جمیل ہو گیا۔

اب فرشتہ نے اس سے سوال کیا؟

فَأَيُّ الْمَالِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْإِبِلُ تجھے کون سا مال زیادہ پسند ہے تو اس نے کہا اونٹ

(یا حضور ﷺ نے فرمایا گائے، راوی کو شک ہے) چنانچہ اس کی خواہش کے مطابق اسے ایک اونٹنی لا کر دے دی اور اس کے لیے برکت کی دعا کی گئی۔ پھر وہ فرشتہ گنجے کے پاس پہنچا اور اس سے کہا:

فَقَالَ أَيُّ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْكَ تجھے کون سی چیز زیادہ پسند ہے؟ اس نے جواب دیا: شَعْرٌ حَسَنٌ وَيَذْهَبُ عَنِّي هٰذَا الَّذِي قَدْ قَذِرَنِي النَّاسُ۔ اچھے بال اور یہ کہ میری بیماری جاتی رہے جس سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں میرے سر پر خوبصورت بال ہوں اور میری یہ بیماری رفع ہوجائے جس کی وجہ سے لوگ مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ فَمَسَحَهُ فَذَهَبَ عَنْهُ وَأُعْطِيَ شَعْرًا حَسَنًا۔ فرشتے نے اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کی گنج جاتی رہی اور اسے اچھے بال دے دیئے گئے۔

پھر اس سے پوچھا کہ تجھے کونسا مال پسند ہے؟ تو اس نے گائے طلب کی۔ فَأُعْطِيَ بَقَرَةً حَامِلًا۔ قَالَ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ فِيهَا۔ پس اسے گابھن گائے دی گئی اور کہا کہ اللہ تجھے برکت دے۔

اب فرشتہ تیسرے آدمی کے پاس پہنچا جو کہ آنکھوں کی بینائی سے محروم تھا اس سے کہا، تجھے کون سی چیز پسند ہے؟ قَالَ أَنْ يَرُدَّ اللّٰهُ إِلَيَّ بَصَرِي فَأُبْصِرُ بِهِ النَّاسَ۔

اس نے کہا کہ اللہ میری آنکھیں لوٹا دے تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ فرشتے نے نابینا کا سوال سنا: فَمَسَحَهُ فَرَدَّ اللّٰهُ إِلَيْهِ بَصَرَهُ۔

پس اس اندھے پر ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ہر روز صبح کے وقت دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔
ایک فرشتہ کہتا ہے:۔ اے اللہ سخی کو مالا مال کر۔
دوسرا فرشتہ کہتا ہے اے اللہ بخیل کو برباد کر۔

پھر فرشتے نے پوچھا تجھے کونسا مال پسند ہے؟ اُس نے بکری طلب کی۔ قَالَ فَاَیُّ الْمَالِ اَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ الْغَنَمُ۔
پھر پوچھا تجھے کونسا مال زیادہ پسند ہے تو بولا بکری۔ چنانچہ اُسے بکری دے دی اور برکت کی دعا دی۔ بہر حال فرشتہ انسانی شکل میں آیا اور اس نے کوڑھ والے، گنجے اور نابینا پر ہاتھ پھیرا تو انہیں بارگاہِ خداوندی سے صحت یابی مل گئی اور انہیں اپنی اپنی پسند کے مال بھی عطا ہو گئے۔ پھر کوڑھ والا جو کہ تندرست ہو گیا تھا؟ اُس کے اونٹوں میں اتنی برکت آگئی کہ اُس کے پاس اونٹوں کی قطاریں جمع ہو گئیں، گنجے کے سر پر خوبصورت بال اور اس کی گایوں میں اتنی برکت ہوئی کہ اُس کی گایوں کا گلہ بن گیا، اندھے کو آنکھیں مل گئیں اور اس کے پاس بکریوں کا ریوڑ بن گیا۔ الغرض تینوں آدمی جو کہ بیمار اور غریب تھے تندرست، خوبصورت، حسین وجمیل اور امیر ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں پھر وہی فرشتہ سائل کی شکل میں ان کے پاس آیا۔ پہلے وہ کوڑھی کے پاس پہنچا اور کہا: فَقَالَ اَنَا رَجُلٌ مِسْکِیْنٌ۔
"کہا کہ میں ایک مسکین ہوں"
سفر کی وجہ سے میرے سارے اسباب جاتے رہے ہیں تو اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور تیری مدد کے بغیر میں گھر نہیں پہنچ سکتا۔
اَسْئَلُکَ بِالَّذِیْ اَعْطَاکَ اللَّوْنَ الْحَسَنَ وَالْجِلْدَ الْحَسَنَ۔ اُس اللہ کے نام پر تجھ سے سوال کرتا ہوں، جس نے تجھے اچھی رنگت اور اچھی جلد عطاء کی ہے۔

فرشتے نے سائل بن کر کہا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر ایک اونٹ دے دے تو اُس امیر نے کہا کہ مجھ پر بہت سے حقوق ہیں۔ یعنی میرے بچے اور نوکر ہیں جن کے خرچ کے باعث ان کے اخراجات بھی پورے نہیں ہوتے۔ تجھے کہاں سے دوں۔ فرشتے نے کہا کہ شاید میں تجھے پہچانتا ہوں، تو وہی ہے، جو کوڑھا تھا اور فقیر تھا اور لوگ تجھ سے نفرت کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تجھے ٹھیک کیا اور مال بھی عطا کر دیا۔ اس پر مالدار نے کہا میں تو اس مال و دولت کا آبائی وارث ہوں۔ فرشتے نے کہا: اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا فَصَیَّرَکَ اللّٰہُ اِلٰی مَا کُنْتَ۔ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تجھے جیسا تو پہلے تھا ویسا ہی کر دے۔
پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا، اُس سے بھی اسی طرح پر سوال کیا اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو کوڑھی نے دیا تھا کہ میں خاندانی پشتی امیر ہوں۔ فرشتے نے کہا اللہ تجھے ویسا ہی کر دے، جیسا پہلے تھا۔ پھر فرشتہ نابینے کے پاس آیا اور اپنی حاجت پیش کی اور کہا:۔ اَسْئَلُکَ بِالَّذِیْ رَدَّ عَلَیْکَ الْبَصَرَ شَاۃً۔ تجھ سے میں اللہ کے نام سوال کرتا ہوں جس نے تجھے آنکھیں دیں مجھے ایک بکری دے دو، تو اس نابینا شخص نے کہا کہ میں اندھا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے بینائی عطا فرمائی تو اے سائل تو میرے مال میں سے جتنا چاہے لے لے جو چاہے چھوڑ دے اللہ کی قسم آج تو جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ کے نام پر لے گا میں دے دوں گا۔ اس پر فرشتے نے کہا تم سب کی آزمائش کی گئی۔
فَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْکَ وَ سَخِطَ عَلٰی صَاحِبَیْکَ
اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی اور تیرے دو ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔ (مسلم، بخاری۔ مشکوٰۃ)
زکوٰۃ ادا کرنے سے کاروبار، مال وغیرہ میں برکت اور اضافہ ہوتا ہے ایک خالی ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہو سکتا ہے کہ مال خرچ کرنے سے کیسے بڑھ سکتا ہے میں وضاحت کرتا چلوں تاکہ یہ مسئلہ ہمارے ذہن نشین ہو سکے کہ کچھ چیزیں ہیں جنہیں خرچ کیا جائے تو اُن میں برکت آجاتی ہے، اضافہ ہو جاتا ہے۔ عالم اپنا علم اگر لوگوں میں تقسیم کرے تو اُس کے علم میں ضرور اضافہ ہو گا اور اگر وہ علم کو اپنے پاس

ایک خالی ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہو سکتا ہے کہ مال خرچ کرنے سے کیسے بڑھ سکتا ہے؟ میں وضاحت کرتا چلوں تاکہ یہ مسئلہ ہمارے ذہن نشین ہو سکے کہ کچھ چیزیں ہیں جنہیں خرچ کیا جائے تو اُن میں برکت آجاتی ہے، اضافہ ہو جاتا ہے۔ عالم اپنا علم اگر لوگوں میں تقسیم کرے تو اُس کے علم میں ضرور اضافہ ہو گا اور اگر وہ علم کو اپنے پاس رکھے اور کسی کو نہ سکھائے، تو وہ خود بھی علم سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ کنویں سے اگر پانی نہ نکالا جائے تو پانی گندا اور بدبودار ہو جائے گا۔

رکھے اور کسی کو نہ سکھائے، تو وہ خود بھی علم سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ کنویں سے اگر پانی نہ نکالا جائے تو پانی گندا اور بدبو دار ہو جائے گا۔ پھر وہ پیاس بجھانے کی بجائے بیماری کا باعث بن جائے گا۔ درخت کی کچھ شاخیں کاٹ دی جائیں تو اُس کے پھل پھول میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ایک کسان غلہ کاشت کرتا ہے، دوسرا کاشت نہیں کرتا بظاہر کاشت کرنے والے کی بوری خالی ہو گی اور نہ کاشت کرنے والے کی بھر گئی، لیکن جس کی بوری بھری رہی، وہ چند روز بعد ختم ہو جائے گی اور جس نے اپنی بوری کاشت کر لی تو آپ جانتے ہیں کہ جب فصل اُگے گی تو اُس کا مکان غلے کی بوریوں سے بھر جائے گا۔ یہی حال اللہ تبارک و تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کا ہے وہ جتنا کھلے دل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اتنی ہی زیادہ برکت عطا فرماتا ہے۔ اللہ ربُّ العزت کا ارشادِ مقدس ہے:۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۗ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

ایک کسان غلہ کاشت کرتا ہے، دوسرا کاشت نہیں کرتا بظاہر کاشت کرنے والے کی بوری خالی ہو گی اور نہ کاشت کرنے والے کی بھر گئی، لیکن جس کی بوری بھری رہی، وہ چند روز بعد ختم ہو جائے گی اور جس نے اپنی بوری کاشت کر لی تو آپ جانتے ہیں کہ جب فصل اُگے گی تو اس کا مکان غلے کی بوریوں سے بھر جائے گا۔

ترجمہ: ”جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے، افزونی عطا فرماتا ہے وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی“

جو لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر غریبوں، مسکینوں، بیواؤں اور حقداروں کو خیرات دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کی مثال ایک دانے کی ہے، جیسے کسان بوتا ہے تو ایک دانے کے بدلے سات سو دانے حاصل کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے بھی اپنی خیرات سے سات سو گنا زیادہ حاصل کرتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اُس سے بھی زیادہ اجر وثواب عطا فرما دیتا ہے۔ اس لیے کہ وہ بہت زیادہ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

ایک کے بدلے دس یا چھ کے بدلے ساٹھ

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ایک دن غلہ خریدنے کے لیے ایک چادر بازار میں بیچنے چلے گئے اور چھ درہم کے بدلے فروخت کر دی۔ راستہ میں ایک سائل سوال کرتا ہوا ملا تو سب درہم اس سائل کو دے دیئے۔ اس بات کی کچھ پرواہ نہ کی کہ گھر میں تو سب بھوکے پیاسے ہیں گھر کیا لے کے جاؤں گا۔ لیکن خدا کی شان دیکھئے کہ حضرت جبرائیل ایک اعرابی کی صورت میں ایک ناقہ لئے ہوئے آپ کے سامنے آئے اور کہنے لگے اے علی کرم اللہ وجہہ الکریم اگر تم اس ناقہ کو خریدنا چاہو تو خرید لو بے شک قیمت پھر دے دینا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے سو درہم پر خرید لی اتنے میں حضرت میکائیل علیہ السلام ملے اور کہنے لگے کہ اگر تم اسے بیچنا چاہتے ہو تو ایک سو ساٹھ درہم لے لو آپ بہت خوش ہوئے اور ایک سو ساٹھ درہم لے کر اسی وقت وہ اونٹنی حضرت میکائیل علیہ السلام کے سپرد کر دی۔ اس کے بعد پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام ملے اور آپ نے اپنے سو درہم طلب کئے آپ نے فوراً وہ سو درہم دے دیئے اور ساٹھ درہم لے کر اپنے گھر واپس آ گئے تو حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یہ ساٹھ درہم کیسے حاصل کئے فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے تجارت کی تھی ساٹھ درہم کا نفع ہوا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے رسول اللہ ﷺ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا بیچنے والے جبرائیل تھے اور خریدنے والے میکائیل تھے اور ناقہ وہ تھی جو قیامت کے دن حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سواری ہو گی (جامع المعجزات)

تو معلوم ہوا کہ ”ایک نیکی کو کوئی بندہ کرے ایک کے بدلے میں اس کو دس ملیں“ حضرت شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے چھ

درہم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیے مگر انہیں چھ کے بدلے میں ساٹھ درہم مل گئے۔

ایک مرتبہ حضرت رابعہ بصری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہا کے ہاں اکٹھے دس مہمان آگئے۔ گھر میں ایک روٹی تھی، خادمہ سے فرمایا یہ روٹی کسی فقیر کو دے دو۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے دروازہ پر دستک دی، پوچھا کون ہے؟ جواب ملا دو روٹیاں لے کر آیا ہوں، فرمایا واپس کر دو یہ ہماری نہیں کسی اور کی ہیں تھوڑی دیر کے بعد دروازہ پر پھر دستک ہوئی خادمہ نے عرض کی کہ کوئی شخص کھانا لایا ہے پوچھا روٹیاں کتنی ہیں جواب ملا پانچ، فرمایا واپس کر دو یہ بھی ہماری نہیں ہیں۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا پوچھا کتنی روٹیاں ہیں؟ عرض کی گیارہ ہیں، فرمایا اندر لے آؤ یہ کھانا ہمارا ہے دس مہمانوں کو کھلا دیں اور ایک آدمی آدھی کرکے خود اور خادمہ کو کھلا دی۔ مہمان چلے گئے تو خادمہ نے پوچھا حضور آپ کو یہ کیسے پتہ چلا کہ دو اور پانچ روٹیاں ہماری نہیں ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک کے بدلے دس اور آخرت میں خبر دوں گا۔ میں نے بھی فقیر کو ایک روٹی دے کر اللہ تبارک و تعالیٰ سے سودا کیا تھا اس نے اپنا وعدہ پورا کردیا اور میری دی ہوئی روٹی بھی واپس کردی سبحان اللہ کیا خوب اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا "جو ایک نیکی لائے تو اس کے لیے اس جیسی دس ہیں اور جو برائی لائے تو اسے بدلہ نہ ملے گا"

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے کی عبادت نا مقبول: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک جگہ پر گزر ہوا جہاں ایک شخص نماز نہایت خشوع و خضوع سے پڑھ رہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ یا اللہ یہ بندہ کیسی اچھی نماز پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہ شخص دن میں ہزار رکعت پڑھے اور ہزار غلام آزاد کرے اور ہزار آدمیوں کی نماز جنازہ پڑھے اور ہزار حج ادا کرے اور ہزار جنگیں لڑے تو اُسے کوئی نفع نہیں ہوگا جب تک کہ وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے (روح البیان)

سود سے مال، کاروبار اور رزق میں سے برکت کا اُٹھ جانا: بعض لوگ اپنی رقم کو بینکوں میں جمع کرواتے ہیں اور سود لیتے ہیں یا لوگوں کو سود پر دیتے ہیں تاکہ ہماری رقم میں اضافہ ہو، لیکن مال و دولت دینے والے مالک کا فرمان اقدس ہے:

> "اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکر بڑا گنہگار" (البقرۃ)

وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِىْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ۝

"اور تم جو چیز زیادہ لینے کو دو کہ دینے والے کے مال بڑھیں تو وہ اللہ کے یہاں نہ بڑھے گی اور جو تم خیرات دو اللہ کی رضا چاہتے ہوئے تو انہیں کے دونے ہیں" (سورۃ الروم آیت نمبر 39)

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد مقدس ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ۝ (البقرہ 276)

"اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں آتا کوئی ناشکر ا بڑا گنہگار"

جو رقم سود پر دی جائے کہ اس میں اضافہ ہو، تو یاد رکھیے اس طرح سے کبھی مال و دولت میں اضافہ اور برکت حاصل نہیں ہوتی، بلکہ مال ہلاک ہو جاتا ہے آپ نے بھی مشاہدہ کیا ہو گا کہ سودی کاروبار کرنے والے کا انجام بُرا ہی ہوتا ہے آخر کار اصل رقم سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کے مال میں اضافہ ہوتا ہے اور برکت بھی ہوتی ہے۔ امام احمد و ابن ماجہ و بیہقی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود سے بظاہر اگرچہ مال زیادہ ہو مگر نتیجہ یہ ہے کہ مال کم ہوگا۔ صحیح مسلم شریف میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ نے سود لینے والے اور سود دینے والے اور سود کا کاغذ لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور یہ فرمایا کہ وہ سب برابر ہیں۔ امام احمد و ابوداؤد و نسائی وابن ماجہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ سود کھانے سے کوئی نہیں بچے گا اور اگر سود نہ کھائے گا تو اس کے بخارات پہنچیں گے (یعنی سود دے گا یا اس کی گواہی کرے گا یا دستاویز لکھے گا یا سودی روپیہ کسی کو دلانے کی کوشش کرے گا یا سود خور کے یہاں دعوت کھائے گا یا اس کا ہدیہ قبول کرے گا)

قرآن حکیم کی روشنی میں
رسول کریم ﷺ کی شان و عظمت

پروفیسر ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی

خالق کائنات نے حضور ﷺ کے ظہور قدسی کو اپنے عظیم احسان سے تعبیر فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔

یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں سکھاتا ہے انہیں قرآن اور سنت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔

سید قطب شہید نے محسن حقیقی کے اس عظیم احسان کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"لقد كانت منة الاله على هذه الامة بهذا الرسول وبهذه الرسالة منة عظيمة"

بے شک اللہ تعالیٰ کا یہ احسان اس امت پر رسول اکرم ﷺ اور اس رسالت کی بنا انتہائی عظیم ہے۔ یہاں اس امر کا ذکر خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کی غیر محدود اور لاتناہی نعمتوں کا ذکر کیا ہے حتیٰ کہ "اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا" اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گنو تو ان کا شمار نہیں کر سکتے۔

اس ضمن میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے الفوز الکبیر میں قرآن حکیم کے علوم خمسہ میں سے "علم التذکیر بآلاء اللہ" کو ایک مستقل علم قرار دیا ہے لیکن تعجب خیز امر یہ ہے کہ سورج چاند ستارے پہاڑ، انواع و اقسام کے پھل اور غذائیں یہ فضائیں یہ ہوائیں یہ نعمتوں کا وسیع سلسلہ بمطابق ارشاد باری "اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً" ان سب کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کہیں بھی اپنے ظاہری اور باطنی احسان کا ذکر نہیں فرمایا جب کہ حضور ﷺ کی بعثت کو احسان عظیم قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مورخ عالم اس امر پر شاہد عادل ہے کہ حضور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ حیات انسانی کے ہر ہر گوشے میں انقلاب عظیم برپا فرمایا اور مثالی رہنما اصول دیئے بلکہ انسانی معاشروں اور تہذیبوں پر اقوام و ملل پر اور عقائد و افکار پر گہرے اثرات اور انمٹ نقوش مرتب فرمائے۔

آپ ﷺ کے اس پہلو پر عدیم النظیر عالمی اور آفاقی انقلاب کو ہدیہ تحسین پیش کرتے ہوئے A.M. LOTHROP SODDARD لکھتا ہے:

"The rise of Islam is perhaps the most amazing event in human history springing from a land and a people alike previously negligible.Islam spread within a century over half the earth, shattering great empires, overthrowing long established religions remoulding the souls of races, and building up a whole new world, the world of Islam ".

یہی مؤلف مختلف انداز میں دوسرے مذاہب کی تعمیر و ترقی اور متعلقہ اسباب کا ذکر کرتے ہوئے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے جان نثاروں کا باطل کی مزاحمت اور زبردست طاغوتی قوتوں کا مردانہ وار مقابلے (اور وہ بھی معروف مادی سہاروں کے بغیر) کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

The closer we examine this development the more extraordinary does it appears. The other great religions won their way slowly by painful struggle, and finally triumphed with the aid of powerful monarchs converted to the new faith. Christianity had its Constantine, Buddhism its Asoka, and Zoroastrianism its Cyrus, each lending to his chosen cult the mighty force of secular authority. Not so Islam, arising in a desert and sparsely inhabitd by a nomad race previously undistinguished in human annals. Islam sallied forth on its great adventure with the slenderest human lacking and against the heaviest material odds

ہم نے یہ طویل اقتباس اس لئے دیا ہے کہ جن لوگوں نے حضور ﷺ کی عظمت کا واقعی غیر جانبدارانہ شعور اور ادراک حاصل کیا انہوں نے دل کھول کر آپ ﷺ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔

قرآن حکیم نے حضور ﷺ کے محاسن و اوصاف اور حقائق کا جا بجا ذکر کیا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لئے قرآن حکیم اس امر پر شاہد عادل ہے کہ مختلف وقتوں میں مختلف علاقوں میں مختلف قوموں کی طرف پیغام ربانی کو بندوں تک پہنچانے کے لئے انبیائے کرام علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے بعض مواقع پر ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ انبیاء کرام علیہم السلام تبلیغ کی اشاعت فرماتے رہے مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد مبارک میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام بھی موجود ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون علیہ السلام بھی شریک کار ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ ان کے فرزند ارجمند حضرت سلیمان علیہ السلام بھی مرتبہ نبوت پر فائز ہیں لیکن وہ ذات گرامی جو عالمی اور آفاقی سطح پر آخری نبی کی حیثیت سے جلوہ گر ہوئی 1400 برس گزر چکے ہیں اور قیامت کب آئیگی کسی کو معلوم نہیں تو جب تک آفتاب و ماہتاب اپنی تابانیوں سے اس کرہ ارض کو منور کرتے رہیں گے تب تک رسالت محمدی کی ہی تجلیات عالم انسانیت کو مستفیض و مستنیر کرتی رہیں گی۔ پیر کرم شاہ الازہری نے اس آیت کریمہ کے لطائف کو حسن و خوبی سے بیان کیا ہے فقط ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

"ارشاد ہے اے محبوب جو کتاب مجید، دین حنیف، شریعت بیضاء، خلق عظیم، دلائل قاہرہ، حجج باہرہ، آیات بینات اور معجزات ساطعات، غرضیکہ جن ظاہری و باطنی، جسمانی اور روحانی نعمتوں سے مالا مال کر کے ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے اسکی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ سارے جہانوں کے لئے، سارے جہان والوں کے لئے، اپنوں اور بیگانوں کے لئے، دوستوں اور دشمنوں کے لئے سراپا رحمت بن کر ظہور فرمائیں" مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور آخری نبی ہیں۔

> حقیقت یہ ہے کہ تاریخ عالم اس امر پر شاہد عادل ہے کہ حضور ﷺ نے نہ صرف یہ کہ حیات انسانی کے ہر ہر گوشے میں انقلاب عظیم برپا فرمایا اور مثالی رہنما اصول دیئے بلکہ انسانی معاشروں اور تہذیبوں پر اقوام و ملل پر اور عقائد و افکار پر گہرے اثرات اور انمٹ نقوش مرتب فرمائے۔

اس نص قرآنی کے علاوہ بکثرت احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ سب سے آخری نبی ہیں۔ ختم نبوت پر متعدد اور مبسوط کتب لکھی جا چکی ہیں جن میں عقلی و نقلی دلائل سے اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے جب خود خداوند قدوس نے یہ ارشاد فرمایا کہ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا"

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا) تو مزید دلیل کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۝

بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہانوں کو ڈر سنانے والا ہے۔

اس آیت کریمہ سے اس امر کی نشاندہی ہوتی ہے کہ جس طرح حضور ﷺ کی ذات گرامی سارے جہانوں کے لئے رحمت ہے اسی طرح حضور ﷺ سارے جہانوں اور سارے جہان والوں کے لئے نبی اور نذیر بھی ہیں۔ سورۃ جن اور سورۃ احقاف میں جنوں کا آپ پر ایمان لانا صراحت سے ثابت ہے گویا جن، ملائکہ اور دیگر ہمارے لئے اجنبی مخلوق بھی حضور ﷺ کے پیغام ہدایت و رحمت سے فیضیاب ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

اے نبی! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے شاہد، مبشر اور نذیر اور داعی الی اللہ اور سراج منیر بنا کر اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کو جن جلیل القدر اور عظیم خطابات سے نوازا گیا وہ آپ کی اس عزت و توقیر اور شان و عظمت کی گواہی دے رہے ہیں جو انہیں معبود حقیقی کی بارگاہ صمدیت میں حاصل ہے۔ بایں عالم میں اور انبیائے کرام علیہم السلام کے مقدس گروہ میں حضور ﷺ کی یہ منفرد خصوصیت ہے جس سے آپ کے اعلیٰ و ارفع مقام کی عکاسی ہوتی ہے۔

يٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

ہیں حکمت والے قرآن کی قسم بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ یقیناً آپ سیدھی راہ پر ہیں۔

اس میں انسانیت کے سب سے بڑے محسن اور معلم اور سید الانبیاء والمرسلین کو کس پیارے اور محبت بھرے لقب سے پکارا گیا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کے حوالے سے بڑی پیاری بات لکھی ہے کہ

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ "دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور بانٹنے والا میں ہوں" اس حدیث پاک کے مطابق کائنات کے جسم میں حضور ﷺ دل کی مانند ہیں اور سورت یس قرآن حکیم کا دل ہے تو کتنا لطیف نکتہ ہے اس سورت کا کہ قرآن کے دل کو ساری کائنات کے دل کے ذکر سے شروع کیا جاتا ہے۔ (ما الطف افتتاح قلب القرآن بقلب الاکوان)

☆ مجھے جوامع الکلم (قلیل الفاظ میں کثیر معانی کو بیان کرنے) عطا فرمائے گئے۔

☆ میری رعب سے مدد کی گئی۔

☆ میرے لئے مال غنیمت کو حلال کیا گیا۔

☆ میرے لئے تمام روئے زمین مسجد قرار دی گئی اور طہارت کا ذریعہ بنایا گیا۔

☆ اور مجھے تمام مخلوقات کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا۔

☆ اور مجھے تمام نبیوں کے آخر میں بھیج کر سلسلہ نبوت ختم فرما دیا گیا۔

قرآن کریم کی بکثرت آیات اس امر پر شاہد عادل ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی اقوام کی طرف بھیجے گئے نیز ایک

"خالق کی زبان اپنی تخلیق کے شاہکار کی توصیف فرما رہی ہے اس سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کے لئے آپ کو ذرا صبر سے کام لینا ہو گا اس آیت کا ہر کلمہ اپنے اندر معانی و معارف کی ایک دنیا لئے ہوئے ہے اس لئے ہر کلمہ کا دقت نظر سے مطالعہ کرنا پڑے گا شاید لطف قدرے پردے کو سرکائے اور شاہد معنی کی ایک جھلک نصیب ہو جائے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ کی مبسوط تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"انک لعلیٰ خلق عظیم" فرما کر بتا دیا کہ حضور ﷺ کی

ارشاد ہے اے محبوب جو کتاب مجید، دین حنیف، شریعت بیضاء، خلق عظیم، دلائل قاہرہ، حجج باہرہ، آیات بینات اور معجزات ساطعات غرضیکہ جن ظاہری اور باطنی، جسمانی اور روحانی نعمتوں سے مالا مال کر کے ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے اس کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ سارے جہانوں کے لئے، سارے جہان والوں کے لئے، اپنوں اور بیگانوں کے لئے، دوستوں اور دشمنوں کے لئے سراپا رحمت بن کر ظہور فرمائیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر اور نذیر بنا کر لیکن اس حقیقت کو اکثر لوگ نہیں جانتے

یہ امر تو فقط حضور ﷺ کے لئے ہے کہ آپ کو عالمی سطح پر اور دوامی یعنی قیامت تک آنے والی نسل انسانی کے لئے بھیجا گیا ہے آپ آخری نبی ہونے کے حوالے سے جامع کامل مکمل مجموعہ دائمی ابدی اور روشن ضابطہ ہدایت لے کر آئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء پر چھ باتوں میں فضیلت عطا کی ہے۔

وقت میں ایک سے زیادہ انبیاء اپنے اپنے علاقوں میں ہدایت ربانی پہنچانے کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مدد و اعانت کے لئے مامور ہوئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں حضرت یحییٰ علیہ السلام موجود تھے لیکن حضور ﷺ کی شریعت ہی عالمی، دوامی، آفاقی اور شریعت خالدہ (ہمیشہ رہنے والی شریعت) ہے۔

وانک لعلیٰ خلق عظیم اور بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔ مفسر قرآن پیر کرم شاہ الازہری نے اس کی تشریح کا آغاز کرتے ہوئے دلنشین انداز میں کیا ہے:

ذات تمام کمالات کی جامع ہے وہ کمالات جو پہلے نبیوں اور رسولوں میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے وہ مجموعی طور پر اپنی تمام جلوہ سامانیوں اور اپنی جملہ رعنائیوں کے ساتھ اس ذات قدسی صفات میں موجود ہیں، شکر آدم، محبت ابراہیم، صدق اسماعیل، صبر یعقوب، فتح سلیمان علیہم السلام سب یہاں جمع ہیں۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(جاری ہے۔۔۔)

محبوبِ دو جہاں ﷺ

علامہ پیر محمد تبسم بشیر اویسی ایم اے

اللہ تعالیٰ کے محبوب، حضور نبی کریم ﷺ رؤف الرحیم شفیع المذنبین، باعث کون و مکاں، احمد مجتبیٰ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات بابرکات از روئے شریعت اور از روئے عقل دونوں جہتوں سے قابلِ محبت ہے۔ جس مسلمان کے دل میں ذرہ بھر بھی ایمان ہے۔ اسے علم ہے کہ آپ ﷺ ہی حق محبت ہستی ہیں بلکہ ایمان ہی حضور ﷺ کی محبت کے طفیل ملتا ہے۔

محمد (ﷺ) کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اگرچہ آپ ﷺ کی سیرت و صورت پاک اور اخلاق کریمہ پر قرآن کریم، کتب احادیث و کتب سیرت طیبہ گواہ ہیں اور جس ذات پاک ﷺ کی تعریف خود رب جلیل کرے۔ تمام انبیائے کرام علیہم السلام جس ذات اقدس کی آمد کی خوشخبری سنائیں بلکہ آپ ﷺ کے امتی ہونے کی آرزو کریں۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین جس ذات والا شان کی مدح سرائی کریں تمام آئمہ، مجتہدین، اولیائے امت جس ذات بابرکات کی نعت خوانی کریں۔ بھلا مجھ جیسا انسان اس ذات اقدس کی شان میں کیا کہہ اور لکھ سکتا ہے لیکن صرف اس امید سے کہ میں آپ ﷺ کے ثناخوانوں میں شامل ہو جاؤں اور یہی میرا ذریعہ نجات ہو، کچھ لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

محبت از روئے شریعت:

از روئے شریعت آپ ﷺ سے محبت دلیل قطعی سے ثابت ہے۔ جس طرح آفتاب آسمان پر چمکتا ہے اور اہل بصارت کو انکار کی گنجائش نہیں ہوتی بالکل اسی طرح آپ ﷺ کی محبت قرآن و حدیث کے ایسے مضبوط دلائل سے ثابت ہے کہ جس سے اہل بصارت و بصیرت کو انکار کی گنجائش نہیں۔ ہاں بے بصارت بے بصیرت اگر انکار کرے تو یہ اسکی اپنی کمزوری، جہالت اور بدنصیبی ہے۔ جس انسان کو حضور ﷺ سے محبت نہیں، خدا کی قسم! اللہ تبارک و تعالیٰ بھی اس سے محبت نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک قرآن مجید فرقان حمید میں فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِیْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﹰ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَیْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِیْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى یَاْتِیَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ "آپ ﷺ فرما دیجئے! اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان یہ چیزیں اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور اسکی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو پھر انتظار کرو اس وقت کا جب اللہ تعالیٰ اپنا حکم (عذاب) نازل کرے بیشک اللہ ایسے سرکشوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (التوبہ 24)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ۔" "فرما دیجئے! اگر تم لوگ اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہ بخش دیگا"

سبحان اللہ! غور کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور گناہوں کی مغفرت کو اپنے حبیب ﷺ کی اتباع سے مشروط کر دیا ہے اور اتباع اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتی جب تک حضور ﷺ سے کامل محبت نہ کی جائے۔ حضور اکرم ﷺ سے شرعاً محبت کرنے پر بکثرت دلائل موجود ہیں جن سے سیرت پاک ﷺ کی کتب بھری پڑی ہیں۔

محبت از روئے عقل:

بلاشبہ انسان کی طبیعت میں پیدائشی طور پر یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ صاحب حسن جمال سے یا اپنے محسن سے محبت و چاہت رکھے الغرض کہ محبت کا سبب حسن ہو یا احسان یہ تمام اسباب سید السادات، منبع فیوض و برکات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ میں ثابت و موجود ہیں اور حضور ﷺ ان تمام معانی کے جامع ہیں جو موجب محبت ہیں۔

آپ ﷺ کا حسن و جمال بصورت ظاہر:

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث شریف میں آپ کے حسن کے متعلق ہے: عن جابر ابن سمرة قال رأیت رسول اللہ ﷺ فی لیلة اضحیان وعلیه حلة حمراء فجعلت انظر الیه والی القمر فهو عندی احسن من القمر۔ "حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے روشن ترین راتوں میں سے ایک رات حضور ﷺ کو سرخ جوڑا زیب تن فرمائے دیکھا تو کبھی میں حضور ﷺ سراپا حسن و جمال کو دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف، پس میرے نزدیک حضور پاک ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔ (شمائل ترمذی شریف)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا وجود مبارک اتنا حسین تھا جیسا کہ چاندی سے ڈھلا یا ہو۔" (شمائل ترمذی شریف)

حضور ﷺ کے بال مبارک گھنگھریالے (خمیدہ) تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی روشنی میں حضور ﷺ چاندی کے زیور کی طرح پیدا کئے گئے تھے۔ یہ تشبیہ حضور ﷺ کے جسم مبارک کی نرمی ملائمت اور چمک کی وجہ سے ہے۔ نہ کہ خالص سفیدی کی وجہ سے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور ﷺ کے تمام اعضاء مضبوط اور متناسب تھے۔ چہرۂ اقدس اور وجود مقدس کی نورانیت اپنی پوری شان کیساتھ جلوہ گر تھی۔

ابو اسحٰق نے کہا! ایک شخص نے براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کا رخ انور تلوار کی طرح تھا؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا۔

امیر المومنین جناب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حضور ﷺ نہ دراز قد تھے اور نہ پست قد۔ آپ ﷺ کے ہاتھ کی ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوے پر گوشت تھے۔ سر اقدس موزوں بڑا تھا۔ جوڑوں کی ہڈیاں وزندار تھیں۔ سینہ مبارک سے لیکر ناف تک ایک لمبی لکیر تھی۔ جب آپ ﷺ چلتے تھے تو بلا تکلف آگے کو جھکے ہوئے چلتے تھے۔ گویا نشیب کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ ﷺ کی مثل حسن و خوبی میں کسی ایک کو نہیں دیکھا۔ (شمائل ترمذی شریف)

حضرت امام حسن ابن امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند ابن ابی ہالہ سے پوچھا (کیونکہ) وہ حضور سید دو عالم ﷺ کا بہت ہی زیادہ حلیہ مبارک بیان فرمایا کرتے تھے اور مجھے بڑا شوق تھا کہ وہ میرے لئے سرکار دو عالم ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کریں تاکہ میں اسکے ساتھ تعلق پیدا کروں پس انہوں نے فرمایا کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نفس نفیس عظیم و بزرگ تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے معظم و محترم تھے۔ چہرہ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا آپ ﷺ درمیانہ قد سے ذرا بڑے تھے اور لمبے تڑنگے قد سے چھوٹے تھے۔ آپ ﷺ کا سر اقدس موزوں بھاری تھا آپ ﷺ کے بال مبارک گھنگھریالے دار تھے۔ اگر سر اقدس کے بالوں کی مانگ نکل آتی تو رہنے دیتے ورنہ نہیں۔ آپ ﷺ کے سر اقدس کے بال مبارک جب لمبے ہوتے تھے تو کانوں کی لو سے ذرا نیچے ہوتے تھے آپ ﷺ کا رنگ مبارک انتہائی سفید اور چمکدار تھا آپ ﷺ کشادہ پیشانی والے تھے۔ آپ ﷺ کے ابرو کمان کی طرح خمیدہ اور انتہائی باریک تھے جو کہ آپس میں ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہ تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان رگ تھی جو کہ جلال کے وقت ابھر آتی تھی۔ آپ ﷺ کی ناک مبارک اونچی تھی جس سے نور پھوٹ پڑتا تھا جو شخص غور سے دیکھتا وہ آپ ﷺ کو بلند بینی والا خیال کرتا (حالانکہ ایسا نہ تھا) آپ ﷺ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ آپ ﷺ کے رخسار مبارک ہموار تھے۔ آپ ﷺ کشادہ دہن تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے والے دانتوں میں کشادگی تھی۔ آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی باریک لکیر تھی۔ آپ ﷺ کی گردن مبارک نہایت ہی خوبصورت اور چمکدار تھی جو کہ چاندی کی طرح صاف تھی۔ آپ ﷺ کے وجود مبارک کا ہر عضو انتہائی متناسب تھا آپ ﷺ کے اعضاء ایک دوسرے کو مضبوط پکڑے ہوئے تھے یہ نہیں کہ ڈھیلے اور لٹکے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کا پیٹ اور سینہ بالکل برابر تھا۔ سینہ مبارک کشادہ تھا آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مناسب فاصلہ تھا آپ ﷺ کی ہڈیوں کے جوڑ مضبوط تھے۔ آپ ﷺ کا جسم اطہر گوشت سے پُر تھا۔ آپ ﷺ کے حلقوم سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک لکیر تھی۔ دونوں بازوؤں، مونڈھوں اور سینہ اقدس کے اوپر کے حصہ پر بال تھے۔ آپ ﷺ کی کلائیاں لمبی تھیں۔ آپ ﷺ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پر گوشت تھے آپ ﷺ کی انگلیاں خوبصورت لمبی تھیں۔ پاؤں کے تلوے گہرے تھے۔

آپ ﷺ کے قدم مبارک ہموار تھے۔ جب ان پر پانی ڈالا جاتا تو بہہ جاتا۔ آپ ﷺ مضبوط قدم اٹھاتے اور آہستہ آہستہ چلتے۔ آپ تیز رفتار بھی تھے جب چلتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے اوپر سے اتر رہے ہوں۔ جب آپ ﷺ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پوری توجہ فرماتے۔ آپ نیچی نظر سے دیکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی نظر اکثر زمین کی طرف ہوتی۔ کبھی کبھی آسمان کی طرف بھی دیکھتے۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو چلتے وقت اپنے سے آگے کر دیتے تھے۔ آپ جس سے بھی ملتے سلام میں پہل فرماتے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وأحسن منك لم تر قط عيني
وأجمل منك لم تلد النساء
خلقت مبرأ من كل عيب
كأنك قد خلقت كما تشاء

"یا رسول اللہ! (ﷺ) میں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین ہر گز کسی کو نہیں دیکھا (اور حقیقت یہ ہے کہ) آپ سے زیادہ خوبصورت کسی عورت نے جنا ہی نہیں۔ یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ہر عیب سے پاک پیدا فرمایا ہے اور آپ ﷺ کو ایسے پیدا فرمایا گیا

کہ جیسے آپ نے خود چاہا تھا۔" (ترجمہ حدیث نمبر 7 شمائل ترمذی)

آپ ﷺ کے چہرہ مبارک، چشم مبارک، گوشہ ہائے مبارک، جبین مبارک، بھنویں مبارک، دہن مبارک، لعاب دہن مبارک، تبسم مبارک، موئے مبارک، داڑھی مبارک، گردن مبارک، سینہ مبارک، قلب اطہر، بغل شریف، پشت مبارک، مہر نبوت، دست ہائے مبارک، قدم مبارک، پنڈلیاں، قامت زیبا، رنگ مبارک، رفتار مبارک، پسینہ و فضلات مبارک، خوشبوئے بدن مبارک، بول مبارک کے بیان سے قرآن کے اوراق، کتب حدیث اور سیرت مبارکہ کی لاتعداد کتب بھری پڑی ہیں۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت پاسبان ناموس رسالت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

لم یات نظیرک فی نظر
مثل تو نہ شد پیدا جانا

"یا رسول اللہ ﷺ آپ کی طرح صاحب حسن وجمال، جامع الصفات و الکمالات ذات کبھی آنکھوں نے نہ دیکھی اور نہ آپ کی طرح آپ کی مثل کوئی پیدا ہوا ہے نہ پیدا ہو گا۔"

اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ ﷺ سے محبت کے جملہ احوالات، نتائج و ثمرات قیامت تک کے لئے ہیں لہٰذا جو بھی مسلمان با اختیار عشق و محبت اپنے تمام افعال و کردار مشروط، اپنے مال و جان و اولاد کا حضور ﷺ کو مختار مانے اسے حضور ﷺ کا دیدار خواب میں نصیب ہو جاتا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا، یقیناً اسنے مجھے ہی دیکھا۔"

مطلب یہ کہ اگر حق تعالیٰ نے شیطان کو قدرت دی ہے کہ خوبصورتی چاہے اختیار کرے لیکن اسے حضور ﷺ کی صورت مبارکہ میں آنے کی قدرت نہیں دی گئی۔ اس لئے کہ حضور ﷺ مظہر ہدایت ہیں اور شیطان مظہر ضلالت و گمراہی اور ہدایت و ضلالت ایک دوسرے کی ضد ہیں جن کا باہم ملنا محال ہے اور مسلم شریف کی حدیث ہے: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو وہ بہت جلد مجھے بیداری میں دیکھے گا۔"

اب ایک سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ آپ ﷺ تو اب اس جہان رنگ و بو میں تشریف فرما نہیں بلکہ اپنی قبر انور میں تشریف فرما ہیں تو کیسے آپ ﷺ کے مثل حسن کا دیدار کیا جا سکتا ہے؟

حالت بیداری میں آپ ﷺ کی رویت کا وقوع اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہ کی خبروں سے حد تواتر تک ثابت ہو چکا ہے جس سے ایسا قوی علم حاصل ہو جاتا ہے جس سے کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا یہاں "بہجۃ الاسرار" جو کہ شیخ ابوالحسن علی بن یوسف شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے اس سے ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے آپ شیخ جلیل القدر ابو العباس احمد بن شیخ عبداللہ ازہری حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں حضور سیدنا محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس شریف میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کی مجلس مبارک میں دس ہزار لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور شیخ علی ابن ہیتی غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بالکل سامنے تھے۔ اس لئے کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ مقرر تھی۔ انہیں غنودگی نے آگھیرا۔ اس وقت حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "خاموش ہو جاؤ" چنانچہ تمام لوگ خاموش ہو گئے اور ان کی سانسوں کی آواز کے سوا کوئی دوسری آواز سنائی نہ دیتی۔ پھر حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ منبر شریف سے اترے اور حضرت شیخ ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے باادب دست بستہ کھڑے ہو گئے اور خوب غور سے ان کی طرف دیکھنے لگے پھر جب شیخ علی نیند سے بیدار ہوئے فرمایا اے شیخ کیا تم نے خواب میں حضور ﷺ کا دیدار کیا ہے وہ کہنے لگا ہاں۔ فرمایا میں اسی وجہ سے ادب بجالایا تھا اور فرمایا "حضور ﷺ نے تمہیں کیا نصیحت فرمائی ہے۔" انہوں نے کہا مجھے آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس وقت شیخ علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں سے فرمایا: کہ میں نے جو کچھ خواب میں دیکھا حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بیداری میں دیکھ لیا۔ اس روز اہل مجلس سے سات آدمی (خوف و خشیت الٰہی) سے فوت ہوئے تھے۔ حضرت شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں:

میں اگر مجھ سے ایک لمحے کے لئے جمال جہاں آرائے سید عالم ﷺ پوشیدہ ہو جائے تو اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار نہ کروں۔"

اللہ تعالیٰ کے حضور بطفیل حضور نبی کریم ﷺ دعا ہے کہ ہمیں اپنے حبیب ﷺ سے سچی محبت اور پھر با اعتبار محبت جملہ عقائد، اقوال و افعال میں حضور ﷺ کی اتباع نصیب فرمائے آمین

تعظیم و احترام اور عصرِ حاضر کے مسلمان

پیر سید محی الدین محبوب حنفی قادری

اسلام ایک مکمل دین ہے جس میں عقائد عبادات، معاملات، اخلاقیات، روحانیت، سیاست، عائلی خاندانی امور، انفرادی اجتماعی معاملات اور اس کی تہذیب و اصلاح و حقوق کی فراہمی اور ذمہ داریوں سے آگاہی دینی تعلیمات کا ایک مستقل حصہ ہے۔ جو لمحہ بہ لمحہ انسان کے لیے ایک دستور کے طور پر راہنمائی مہیا کرتا ہے۔ اسلام ہر پہلو سے کامل، قابلِ عمل، ہر دور کے لیے لائق نفاذ ضابطہ خالق کائنات ہے۔ انسان کو ترقی و کمال تک پہنچانے کے لیے جن قواعد و ضوابط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ان میں احترام باہمی کو بہت غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ عصرِ حاضر میں مذہبی معاملات، عقائد و نظریات ایسے حساس اُمور میں سے ہیں کہ جب ان کی تحقیر و توہین و استخفاف و اہانت کا ارتکاب کیا جا رہا ہو تو فرد و معاشرہ اسلامی کی انفرادی و اجتماعی قوت برداشت کے لیے مظاہرہ صبر اور اس پر ایسے مرحلہ میں گستاخانہ کافرانہ ذہنیت و کاوش کا جواب نہ دینا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اُمتِ مسلمہ کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ وہ انبیاء سابقین سمیت آقا و مولا حضور معظم و مقصود کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے بے پناہ محبت و عشق کرتے ہیں اور آپ کا ادب و احترام اپنے دین و ایمان کی جان سمجھتے ہیں اور جو کوئی کسی بھی طرح آپ کی بے ادبی و گستاخی کا مرتکب ہو اسے بدترین مجرم اور انتہائی سزا کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ تعظیم و عزت، ادب و احترام کا روزمرہ زندگی میں بہت اہم مقام ہے۔ کیا ہم اپنے بچوں کو اس امر کی تربیت نہیں دیتے کہ وہ ماں باپ، اساتذہ، بڑوں، سکول کے قواعد و ضوابط، ٹریفک کے قواعد و ضوابط، خاندانی قواعد و ضوابط اور ثقافتی رسوم و رواج کی پابندی کریں۔ اور ان کا لحاظ رکھیں؟ دوسروں کے جذبات اور ان کے حقوق کا احساس کریں۔ اپنے ملک کے جھنڈے اور اپنے ملک کے سیاسی و مذہبی و علاقائی و روحانی راہنماؤں کا احترام کریں۔ ہماری زندگی کا ہر لمحہ ہماری اپنی عزتِ نفس کی بحالی و تحفظ میں کس محنت و کوشش سے بسر ہوتا ہے یہی عزت و احترام تعظیم و ادب کی اہمیت کو سمجھنے میں کافی ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ ماہرین فلسفہ نے خصوصیت سے اخلاقی و سیاسی فلاسفی پر بہت بحث و تمحیص کی ہے کیونکہ معاشرے میں مساوات و انصاف، لاقانونیت و محرومیت، حاکمیت و نیابت، اخلاقی و سیاسی حقوق و فرائض، اخلاقی ترغیبات و اخلاقی ترقیت، ثقافتی توجیہات اور تحمل، سزا اور سیاسی خلاف ورزیاں وہ اُمور و اشغال ہیں جو اخلاقی و سیاسی فلاسفی کا مبحث ہیں۔

آج کا معاشرہ جہاں بہت سے گوناگوں مسائل کا شکار ہے اس میں سب سے اہم مسئلہ معاشرتی ضرورت و معاشرتی اکائی کے طور پر ادب و احترام، تعظیم و توقیر، عزتِ نفس کا مسئلہ ہے جس کو بہت سی جہات سے مسئلوں کا سامنا ہے کبھی ہم مذہبی استحصال کی صورت میں اس تکلیف کا سامنا کرتے ہیں کبھی ہم سیاسی استحصال کی صورت میں اس کا شکار ہوتے ہیں۔ کبھی ہم باہمی روابط میں غیر متوازن رویہ کی وجہ سے اس کے نتائج سے دوچار ہوتے ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس اہم معاشرتی حق اور انفرادی و اجتماعی فریضہ سے ہم ان لوگوں کے ذریعے تکلیف اٹھائیں جن کو علم و تحقیق سے شغف نہیں ہوتا تکلیف دہ امر تو یہ ہے کہ اس معاشرتی دہشتگردی (Social Terrorism) کا مظاہرہ دینی علم رکھنے والے اور دنیاوی علم رکھنے والے افراد بھی کرتے ہیں۔ جب عام فرد سطحی معیار فکر و عمل سے تعلق رکھنے والا اس جرم کا مرتکب ہوتا ہے تو عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ بے بس و لاچار ہو کر مخالف دھڑے کا ہدف اور لقمہ اجل بن جانے والا عبرت و قصہ اوراق بن جاتا ہے جبکہ مقتدر حلقوں سے تعلق رکھنے والے معاشرتی دہشتگرد جیتی ہمہ جہت بے ادب و گستاخ بہت سی حفاظتی دیواروں حصاروں میں زندگی کے ایام سے متلطف ہوتے رہتے ہیں کبھی وہ اظہار رائے کی آزادی کی آڑ میں یہ

ارتکاب کرتے ہیں کبھی مختلف اصطلاحات کی پشت پناہی میں اس نوعیت کے اقدامات کرتے ہیں جن کا مقصد ان معاشرتی دہشتگردوں کا ایک ہے کہ انسانی معاشرہ کو اقدار سے خالی کر دیا جائے حفظ درجات و مقامات کو ایک خود ساختہ نظریہ اور ناقابل قبول عمل قرار دے دیں۔ ادب واحترام کا نظریہ کوئی آج کا تازہ نظریہ نہیں یہ اتنا ہی قدیم انسان کے لیے نظریہ ہے جتنی قدیم اس کی تخلیق ہے یا تخلیق کائنات کے ساتھ ہی اس نظریہ کو قائم کیا گیا۔

حضرت ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد فرشتوں کی جماعت پر پیش کرکے اللہ خالق کائنات نے ان سے سجدہ کروایا یہ تاریخ میں آدمیت کے ادب و احترام کا پہلا باب ہے۔ لیکن جہاں سے باب ادب و احترام کا آغاز ہوتا ہے وہیں پر بے ادبی و گستاخی بے باکی شوخی جرات ناپسندیدہ کا بھی آغاز ہو گیا لیکن اس بحث میں طول کی بجائے ہم مفہوم کو واضح کرتے ہوئے قارئین کو سمجھانا چاہیں گے کہ ادب و احترام کا خمیر ملکوتی مخلوق کا وصف امتیازی ہے جبکہ بے ادبی و گستاخی اور اہانت عزازیلی جبلت کا حصہ ہے

قرآن کریم کی متعدد آیات ادب و احترام کو واضح کرتی ہیں اور اس کا تقاضا کرتی ہیں کہ ہم اس کو اپنی زندگی کا حصہ بنائیں اپنے افکار و معاملات میں توازن و اعتدال کیلئے اس کو میزان حسن و تہذیب بنالیں کیونکہ دین ربانی میں ہر پہلو ہر گوشہ ہر تعلیم ہر خبر ادب و تعظیم کی خوشبوؤں سے معمور لبریز ہے۔ سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر 238 میں ارشاد ہے حافظوا علی الصلوات والصلاۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین یہاں بیچ وقت کی ہمیشگی مداومت مواظبت و مکتوبیت اور اس کے وقت کا لحاظ و پاس رکھنے کا امر فرماتے ہوئے بارگاہ الہی میں قیام بوصف قنوت پر متوجہ فرمایا۔ حضرت مجاہد نے قنوت کی تفسیر میں لکھا ہے القنوت طول الرکوع و غض البصر والرکود وخفض الجناح یعنی جھکنے کے وقت کو بحالت رکوع دراز کرنا، نظروں کو نیچا رکھنا، کندھوں کو جھکانا قنوت کہلاتا ہے گویا عبادت کی روح ان خصائص سے ترقی کرتی ہے قنوت خاموشی کو بھی کہتے ہیں۔ خشوع و خضوع و رقت کی حالت اپنے اوپر طاری کرتے ہوئے اپنے مالک کے حضور پیش ہونا آداب عبادت میں اہم ترین ہے تضرع بالغ کے ساتھ بحالت سجدہ اپنے رب سے مخاطب ہونا۔ بندے کا اپنے رب کے ساتھ ایک خاص نوعیت سے رشتہ بندگی قائم کرنا جو خالق کی عظمت و کبریت و صمدیت کے مفاہیم کی مطابقت رکھتا ہو اور بندے کا اپنے چھوٹے ہونے کا احساس، کمزور ہونے کا علم، محتاج ہونے سے کا بھی اس کی تمام تر ضروریات کے اسباب دستگیری اس کا مالک و خالق و مالک ہی مہیا فرمانے والا ہے جان کر مان کر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو کر عبادت میں اس طرح قیام کرے کہ اس کی حالت عبادت اس کو بندہ تمام کرے بندگی کے اوصاف اس کے اعمال سے عیاں ہوں۔ اللہ خالق کائنات نے قرآن کریم میں اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: یامریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین یعنی ایسے عبادت کر جو عاجزی ادب و تعظیم کی غایت پر دلالت کرے حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور معظم و مقصود کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: افضل الصلوۃ طول القنوت (رواہ مسلم) افضل نماز وہ ہے جس میں قنوت لمبا ہو زیادہ ہو۔ قنوت کے معنی میں ابن سیدہ نے مخصص میں لکھا ہے۔ طاعۃ للہ تعالی وقیل الامساک عن الکلام والخشوع ومنہ قنتت المرأۃ لبعلہا انقادت والاقنات جعل رب کا فرمانبردار ہونا گھٹنوں ٹیکنے کی پابندی کرنے والا عاجزی اختیار کرے اسی طرح وہ عورت جو اپنے خاوند کی فرمانبردار ہو تابعدار ہو اسی مادہ ترکیبی سے اس کے لیے امرأۃ قنوت کہا جاتا ہے۔ حضور معظم و مقصود کائنات سیدنا محمد ﷺ نے فرمایا جو کوئی روزانہ قرآن کریم اور رب ضابطہ کائنات کی سو آیات کی تلاوت کرے اس کو باری تعالی خالق کائنات قانتین میں لکھ دیتا ہے یہ تمام حالتیں معانی مفاہیم ادب پر ہی دلالت کرتی ہیں۔

ادب درحقیقت بندے میں اچھی خصلتوں کے جمع ہونے کا نام ہے اللہ خالق کائنات کا ادب تو اصل الادب ہے اگر یہ حاصل نہیں تو کسی کا بھی ادب معتبر و مفید نہیں۔ اللہ تعالی خالق کائنات کا ادب کیا ہے؟ اپنی حرکت و خواہش ہر قول اور فکر کو ملامت الہی کے تابع کر دینا اور اپنی زبان دل اور بدن سے اس کی گواہی کو قائم کرنا۔

سب سے بڑی چیز تحقیر، توہین، بے ادبی، گستاخی، نافرمانی، بغاوت، سرکشی و عناد

ہے۔ جب کوئی اللہ کی آیتوں اُس کے کلام کا ٹھٹھہ مزاح کرے اُس سے کھیل تماشہ کا سلوک کرے اللہ کو گالی دے اُس کی تعلیمات سے اُس کے دستور سے منہ موڑے تو یہ دستوری بے ادبی ہے یہ سب سے بدترین جرم ہے جس کو کفر کہا جاتا ہے اسی طرح آداب واخلاقیات تہذیب و اصلاح اور تعلق پروردگار کا جو تصور دینِ حق اسلام نے دیا ہے اس کا دارومدار جس حقیقت پر ہے وہ تعظیم مصطفی ہے جس کو تعلق دین کے لیے شرط اور قربِ الٰہی کے لیے بنیاد بنا دیا گیا ہے ایمان کی جڑ اسی سے طاقت لیتی ہے۔

ہمارا دینِ آسمانی اور اُس کے پیغام کو لانے والا فرشتہ افضل الملائکہ ہے جس نے افضل البشر علی وجہ الارض حضور معظم و مقصود کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے دل پر اللہ کے کلام کو اُتارا ہے آپ کا مرتبہ و مقام سب سے بلند و بالا و برتر ہے حضور معظم و مقصود کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ادبنی ربی فاحسن تادیبی (رواہ ابن سمعانی فی الادب الاملاء والاستملاء ص ا بحوالہ السخاوی فی المقاصد ص ۳۹ بحوالہ موسوعۃ الحدیثیۃ ج ۳ ص ۳۹۰) مجھے تہذیب و شائستگی و آداب سے بہت عمدہ میرے رب نے سنوارا۔ ہر عیب و نقص و عدم کمال سے مجھے بری رکھا اور محمد ﷺ بنایا اور یہ کہ

سب سے بری چیز ٹھٹھہ، توہین، بے ادبی، گستاخی، نافرمانی، بغاوت، سرکشی و ہٹ دھرمی ہے۔ جب کوئی اللہ کی آیتوں اُس کے کلام کا ٹھٹھہ مزاح کرے اُس سے کھیل تماشہ کا سلوک کرے اللہ کو گالی دے اُس کی تعلیمات سے اُس کے دستور سے منہ موڑے تو یہ دستوری بے ادبی ہے یہ سب سے بدترین جرم ہے جس کو کفر کہا جاتا ہے اسی طرح آداب واخلاقیات تہذیب و اصلاح اور تعلق پروردگار کا جو تصور دینِ حق اسلام نے دیا ہے اس کا دارومدار جس حقیقت پر ہے وہ تعظیم مصطفی ہے جس کو تعلق دین کے لیے شرط اور قربِ الٰہی کے لیے بنیاد بنا دیا گیا ہے ایمان کی جڑ اسی سے طاقت لیتی ہے۔

قرآن کریم اور یہ ضابطہ کائنات میں آپ کی نعت میں یوں فرمایا وانک لعلی خلق عظیم (قلم : ۴) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سالت عائشۃ عن خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم فقالت کان خلقہ القرآن (رواہ مسلم ونقلہ علامہ ابن کثیر فی تفسیرہ) علامہ طبری نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ اس کا معنی ہے وانک یا محمد لعلی ادب عظیم وذلک ادب القرآن الذی ادبہ اللہ آپ اے محمد ﷺ ادب عظیم پر ہیں وہ قرآن کا ادب ہے جو آپ کے رب نے آپ کو سکھایا ہے۔

علامہ قرطبی نے اپنی تفسیر میں اسی آیت کے ذیل میں نقل کیا ہے وقال علی رضی اللہ عنہ ھو ادب القرآن وقیل ھو رفقہ بامتہ واکرامہ ایاھم وقیل ای انک علی طبع کریم آپ کے اخلاق تعلیمات آداب قرآنیہ ہیں۔ آداب قرآن ہی اخلاق مصطفوی ہیں آپ کی شفقت مہربانی رحم طبعی جو آپ کی اُمت کے لیے وہ آپ کے اخلاق ہی تو ہیں اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی طبیعت مبارکہ مزاج مطہرہ نہایت کرم و احسان حلم و جود شفقت و الفت سے بھرپور ہے۔

تفسیر السعدی میں آپ کے اخلاق عالیہ جلیلہ کا تذکرہ یوں ہے کہ وانک یا محمد ﷺ لعلی خلق عظیم وھو ما اشتمل علیہ القرآن من مکارم الاخلاق۔ مشتملات قرآنیہ اخلاق محمدیہ ہیں۔

آپ کی رسالت و دعوت کا پیغام جن مقاصد کو محیط و شامل ہے ہوتے ہے وہ ان الفاظ سے عیاں ہے انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق حضور معظم و مقصود کائنات سیدنا محمد رسول ﷺ کی محبت و طبیعت و مزاج عالی ان اوصاف و کمالات و خصائص سے متصف کی گئی کہ آپ اخلاق کی شرافت و فیاضی سے دنیا کو نظریہ و اصول اخلاق بتمام دکھا دیں۔ کہ آپ ہی وہ ذات ہیں جو ہر اذیت و تکلیف دور کرنے کے لیے اللہ کے مقرر کردہ ہیں۔ اتنا فیاض اتنا سخی ایسا عالی کہ ہر توحیت اذیت کو راحت و لطف سکون میں بدل دے۔ اس کی سب سے بھلی صورت یوں ہوئی کہ فرمایا ان دماء کم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا (ریاض الصالحین، موسوعۃ النابلسی للعلوم الاسلامیۃ، صحیح البخاری حاشیہ السندی علی صحیح البخاری ص ۳۵٦ کتاب الفتن جلد ۳) جس کو پروردگار خالق کائنات نے اپنے ہاتھ سے خلق کیا اور اس میں اپنی روح

پھونکی اور جو کچھ اس کائنات میں ہے اسے اس انسان کی ماتحت و تسخیر میں دے دیا اس کی حالت اور ادوار میں کیا تھی تاریخ کے اوراق اس پر گواہی کے لیے چیخ چیخ کر متوجہ کیا چاہتے ہیں کہ یکایک سید الکونین حضور معظم و مقصود کائنات سید نا محمد رسول اللہ ﷺ نے انسان کے خون کی حرمت قائم کر دی جان تحفظ دے دیا یہاں حرمت قائم کر دی غارت گری لوٹ مار ناحق مال کھانے کے سلسلے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور اس کی حرمت قائم فرمائی آبرو کا تحفظ بخش دیا غلامی کے چنگل سے نکال لیا ایسے خزائن مروت لٹائے کہ انسانیت عش عش کر اٹھی۔ طاغوت استعمار سامراج تباہی و معصیت کی فکر کے غلام ہر طرح کی غلامی سے آزادی پا گئے۔ پھر حریت کے جام عزت وقار پانے والے اس بخشش و فیاضی سے متوجہ ہونے والے کے ادب و احترام میں طلب دیدار اور قرب خواہی کے جذبات و تمنا میں غلام بے دام غلام بنتے چلے گئے۔ عزت بخشی کا یہ سلسلہ بڑھتے ہوئے دلوں کی طرف بستیوں کی طرف اور شہروں کی طرف بھی نور بکھیرتا گیا آج انسانیت کے معاشروں میں جو تھوڑا بہت تصور امن و سلامتی ہے یہ تاجدار کونین حضور معظم و مقصود کائنات سید نا محمد رسول اللہ ﷺ کی خیرات ہے۔

حضور معظم و مقصود کائنات سید نا محمد رسول اللہ ﷺ نے کائنات میں اپنی فیاضی، جود و بخشش فرمائی ہے جس میں مالی بخشش، جانی بخشش، عزت کی بخشش اور علم کی بخشش بھی شامل ہے۔ فرمایا "اتق اللہ حیثما کنت واتبع السیئۃ الحسنۃ تمحھا وخالق الناس بخلق حسن"

(جامع العلوم والحکم لابن رجب الحنبلی، جامع الترمذی) جس حال میں جہاں کہیں بھی تم ہو اپنے رب سے تقویٰ رکھو اور نیکی کے ذریعے برائی کو مٹا دو اور مخلوق کے ساتھ حسن خلق سے پیش آؤ۔ سورۃ آل عمران میں اس کی تعلیم یوں فرمائی۔

الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ (آل عمران ۱۳۴)

امام بغوی نے معالم التنزیل میں لکھا ہے وہ اخلاق جو بندے کو مستحق جنت بناتا ہے وہ سخاوت ہے اسی طرح جامع ترمذی میں باب البر والصلۃ میں حضور معظم و مقصود کائنات سید نا محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے سخی اللہ کے قریب، جنت کے قریب، لوگوں کے قریب اور جہنم سے دور ہوتا ہے۔ سنن النسائی کتاب الزکوۃ میں ہی حضور معظم و مقصود کائنات سید نا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک درہم ایک لاکھ درہم پر سبقت لے گیا عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کے پاس کثیر مال ہے اس نے مال میں سے ایک لاکھ درہم لیا جسے صدقہ کر دیا اور ایک دوسرا شخص ہے جس کے پاس کل دو درہم ہیں اس نے ایک اپنے لیے رکھ لیا اور دوسرا صدقہ کر دیا۔

اچھے چہرے (طلاقۃ الوجہ) کے ساتھ لوگوں کو ملنا (غیض و غضب و نفرت) عبوس الوجہ ہو کر لوگوں سے نا ملنا نیکی کی دلالت ہے تاجدار کونین حضور معظم و مقصود کائنات سید نا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تحقرن من المعروف شیئاً ولو ان تلقی اخاک بوجہ طلیق نیکی کیسی بھی ہو اس کو کم تر نہ جانو چاہے اپنے بھائی کو مسکراتے چہرے کے ساتھ ہی کیوں نہ ملو (صحیح مسلم) سید الکونین حضور معظم و مقصود کائنات سید نا محمد رسول اللہ ﷺ کی اس کائنات میں تشریف آوری اور جس ہیبت و طراز سے آپ نے اپنی حیات طیبہ فریدہ گزاری اس کا مطالعہ کرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ معظم و مقصود کائنات ﷺ اس کرہ ارضی پر اس لیے تشریف لائے تھے کہ مظلوموں کے آنسو پونچھیں، دکھیوں کے زخم پر مرہم رکھیں دکھ و غم اٹھانے والوں کے دکھ درد دور کر دیں، گمراہوں کو ہدایت سے ہمکنار کریں اور معرفت خواہان ربانی کو لذت وصال حضور قدسی سے نواز دیں۔

سید نا محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک درہم ایک لاکھ درہم پر سبقت لے گیا عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک شخص کے پاس کثیر مال ہے اس نے مال میں سے ایک لاکھ درہم لیا جسے صدقہ کر دیا اور ایک دوسرا شخص ہے جس کے پاس کل دو درہم ہیں اس نے ایک اپنے لیے رکھ لیا اور دوسرا صدقہ کر دیا۔

حضرت انس بن مالک ؓ، عبد اللہ بن مسعود ؓ، عقبہ ابن عامر ؓ، اسلم ابن شریک ؓ، بلال بن رباح ؓ، سعد مولی ابی بکر صدیق ؓ، ابو ذر غفاری ؓ، ایمن بن عبید ؓ اور ان کی والدہ ام ایمن ؓ مولیا النبی ﷺ یہ سب حضور ﷺ کے خادم تھے حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں میں نے دس برس حضور معظم و مقصود کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی حضور ﷺ نے مجھے کبھی نہیں مارا کبھی نہیں ڈانٹا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ آپ سابقین میں فقیہ امت اسلامیہ ہیں۔ دو ہجرتیں کیں ایک حبشہ اور دوسری مدینہ منورہ کی طرف بدر میں شریک ہوئے راوۃ حدیث میں سے ہیں اور یہ چھٹے ہیں جو اسلام لائے۔ حضور معظم و مقصود کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا ادب دین کا ایسا جزو ہے جس سے دینی وابستگی کو تقویت نصیب ہوتی ہے۔ جس طرح آداب الٰہی میں سکھایا گیا کہ نماز کے دوران نظروں کو جھکایا جائے، سجدہ گاہ جائے نظر قرار پائی۔ مظاہر ادب محافظت صلوۃ کے ساتھ آداب الٰہی کو حضور حق میں حاضری کا دستوری طریقہ قرار دیا۔ اسی طرح سورۃ حجرات میں آداب نبوی کی طرف متوجہ کیا: فرمایا یا ایھا الذین آمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھا کرو۔ کسی قول و فعل کے ذریعے اللہ و رسول سے آگے بڑھنے کی ہر صورت ممنوع قرار پائی۔ یعنی ان کی پیروی و اتباع و اقتداء کو لازم جانو۔ اس مسودہ قانونی کا تقاضا یہ ہے کہ زندگی کا ہر عمل اور ذہن انسانی کی ہر نوع فکر اور قلب انسانی کی ہمہ انواع ہواء اللہ و رسول کی تعلیمات کے تابع ہوں تو ایمانی لذت و دینی رشتہ متغیر ہوگا اس وقت تک کوئی بات کسی کو نہ کہو جب تک کہ تمہیں نہ کہہ دی جائے اور کسی بات سے اس وقت تک نہ رکو جب تک اس سے رکنے کا حکم تمہیں نہ دے دیا جائے۔ تقویٰ میں کمی اور ایمان میں کمزوری

وہ اخلاق جو بندے کو مستحق جنت بناتا ہے وہ طہارت ہے۔

ادب کے دامن کا ہاتھ سے چھوٹنا ہی ہے کسی عمل میں اخلاص للہیت سے پیدا ہوتا ہے اور در حقیقی سنت نبوی سے پیدا ہوتی ہے۔ سنت نبوی کی طرف رغبت اور اس کی ترجیح محبت و ادب سے ہی نصیبی ہے اس کے بغیر بے دلی عار گمراہی اور جہالت کا غلبہ ہے۔

حضور ﷺ کا ادب یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو ایسے نہ مخاطب کیا جائے اور ایسے الفاظ جو عامیانہ ہوں ان سے مخاطب نہ کیا جائے اور ایسے صیغ جات جن کا کوئی جزو پہلو بے ادبی پر دلالت کرتا ہو عدائے نبوی کے لیے ناجائز و ممنوع و حرام ہے۔ لہذا احترام و ادب کا ہر تقاضا ہر کیف ہر انداز جس لفظ و نحو و ندائیہ میں پایا جائے وہی حضور معظم و مقصود کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے منتخب ہونا چاہیے۔ قرآن مجید فرقان حمید برہان رشید تبیاناً لکل شئی لاریب ضابطہ کائنات میں خالق و مالک کائنات فرماتا ہے۔ لاتجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً علامہ بیضاوی نے تفسیر بیضاوی میں اس آیت کے تحت لکھا ہے لا تقیسو دعائه ایاکم علی دعاء بعضکم بعضا فی جواز الاعراض والمساهلة فی الاجابة والرجوع بغیر اذن فان المبادرة الی اجابته علیه الصلاة والسلام واجبة و المراجعة بغیر اذنه محرمة وقیل لا تجعلوا ندائه وتسمیة کنداء بعضکم بعضا باسمه ورفع الصوت به ولکن بلقبه المعظم یا نبی الله یا رسول الله مع التوقیر والتواضع و خفض الصوت حضور معظم و مقصود کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو پکارنے کے لیے لفظ و ندائیہ کے چناؤ میں عام لوگوں کے لیے عادتاً مستعمل و مروج الفاظ پر قیاس کی جرات نہیں کرنا چاہیے۔ آپ سے ہر معاملہ میں اجازت خواہی ادب کا اصل تقاضا اور مقبول طریقہ بھی یہی ہے جب کبھی حضرۃ النبی میں سعادت ورود ہو تو بلا اجازت نہ رخصت ہو جائے۔ حضور معظم و مقصود کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی اجازت اور آپ کا اس

باب میں امر فرمانا امور میں شرعاً واجب ہے اور بلا اجازت اس میں اپنی مرضی و خواہش کو داخل کر کے کچھ کرنا یا لوٹنا حرام ہے اسی طرح آپ کے آداب میں آپ کو پکار یا آپ کے لیے ناموں کا چناؤ اس طرز و ہیئت سے نہ ہو جیسا کہ عامیوں کے لیے عادت و رسم و رواج ہوا کرتا ہے لیکن اگر بزرگی مرتبہ و شان و منزلت پر دلالت کرنے والے القابات سے ندا ہو تو صحیح ہو گا۔ جیسے یا نبی اللہ یا رسول اللہ وغیرہ۔

علامہ محمد نووی بن عمر الجبتانی الجاوی نے اپنی تفسیر مراح لبید میں اسی آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے: لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً امرہ ایاکم من الامور کامرہ بعضکم لبعض فتستبطئون عنہ بل تجیبوہ وان کنتم فی الصلاۃ الاکان مرہ فرضاً لازماً۔ لا تجعلوا نداء ہ صلی اللہ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کنداء بعضکم لبعض باسمہ و رفع الصوت والنداء من وراء الحجرات بل نادوہ بغایۃ التوقیر والتعظیم بمثل قولکم یا رسول اللہ یا نبی اللہ مع التواضع

معاملات میں سے کسی بھی معاملہ میں حکم نبوی تمہارے لیے اے مخاطبین رسول کریم ﷺ نہایت ہی غیر معمولی اہمیت و توجہ کا حامل رہنا چاہیے کہیں ایسا نہ ہو کہ تم عامیوں کی طلب و خواہش و دعوت پر اس کو قیاس کرتے ہوئے ٹال مٹول کا مظاہرہ کرنے لگ پڑو بلکہ فوراً اس کی تعمیل و تکمیل کے لیے کمربستہ ہو جاؤ۔ اگرچہ تم نماز

میں ہی کیوں نہ ہو جب کہ مقام و منزلت مصطفیٰ یہ ہے کہ وہ حکم جو میرے محبوب مطلوب و مقصود کائنات ﷺ نے تمہیں دیا ہے اس کا پورا کرنا تمہارے لیے فرض و لازم ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کو ایسے نہ پکارو جیسے تمہارے ایک دوسرے کو پکارنے کا رواج و طریقہ ہے کہ اُن کے نام کے ساتھ اور آوازیں لگا لگا کر پکارا جاتا ہے (یہ ناپسندیدہ اور ممنوع ہے) بلکہ

اسی طرح آپ کے آداب میں آپ کو پکار یا آپ کے لیے ناموں کا چناؤ اس طرز و ہیئت سے نہ ہو جیسا کہ عامیوں کے لیے عادت و رسم و رواج ہوا کرتا ہے لیکن اگر بزرگی مرتبہ و شان و منزلت پر دلالت کرنے والے القابات سے ندا ہو تو صحیح ہو گا۔ جیسے یا نبی اللہ یا رسول اللہ وغیرہ۔

آپ ﷺ کو ایسے پکارو جس میں تعظیم و احترام حد درجہ پایا جاتا ہو ایسے القابات سے مخاطب کرو جو عشق و ادب کے سازوں کو چھیڑنے والے ہوں جیسا کہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ اس میں بھی عاجزی ادب و احترام تعظیم کا مظاہرہ ہونا لازم ہے۔ (تفسیر مراح لبید جلد ۲ صفحہ ۹۳)

اُمت مسلمہ ایک ایسا پُر امن عالمی معاشرہ ہے جس میں ادب و عشق احترام صدیوں سے ترقی کر رہا ہے اور اس معاشرے کے پُرامن افراد تمام انبیاء و مرسلین کی تعظیم کرتے ہیں اور یہ تعظیم کسی رد عمل کے طور پر نہیں ہے بلکہ یہ اُن کا عقیدہ و نظریہ ہے جس کے بغیر وہ اپنے خدا اور رسول اور آخری کتاب سے تعلق قائم نہیں رکھ سکتے کس قدر قوی دلیل ہے کہ اُمت مسلمہ ہی دنیا میں ایک ایسا عالمی معاشرہ ہے جو سب کے ساتھ پرامن رہ سکتا ہے اور رہ رہا ہے۔ ہم نے غیروں کو مخاطب کرنے کے آداب قرآن کریم سے سیکھے کہ اگر یہود کو مخاطب کرو تو کہو یا اھل الکتاب اے کتاب والو! تاکہ ہمارے اور اُن کے درمیان خالق کی کتاب کے سبب راہ و رسم ہو اور معاملات کی سمت بھی پروردگار کی خاطر متعین ہوں اسی طرح نصاریٰ کو بھی اہل کتاب کہہ کر مخاطب کرنے کا قرینہ سکھایا تاکہ ہمارے اور اُن کے مشترکات باہمی تناؤ کو دور کرنے کے لیے باعث تسکین ہوں۔ ہم افراد امت مسلمہ کسی نبی کی بے ادبی گستاخی کسی آسمانی نظریہ کی استہزاء و تضحیک کی فکر سے بھی متنبہ رہتے ہیں جبکہ دیگر اُمتوں میں انبیاء و مرسلین کی اس درجہ کی تعظیم کا تصور تک نہیں پایا جاتا کسی عقیدہ کا تمسخر، دینی حقائق کے ساتھ بازاری طرز کا سلوک نہایت افسوسناک اور معاشرتی دہشت گردی ہے اور ذہنی پسماندگی کے ساتھ مزاجی انتہا پسندی ہے جب آپ انبیاء مرسلین کی کردار کشی کریں گے تو لازمی طور پر آپ کو مذہب سے نفرت پیدا ہو جائے گی اور آج کا یورپی امریکی

آسٹریلوی معاشرہ اسی باعث مذہب سے دور ہو گیا۔ یہ اسی سوچ کی جہت ہے جو دنیا کو مذہب خاندان اقدار اور حدود سے پاک کر دینا چاہتے ہیں اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں آپس میں اتحاد کی اشد فوری ضرورت ہے جس کے لیے ہماری مذہبی سیاسی علاقائی ثقافتی لسانی قومی صوبائی خاندانی قیادتوں کو ایک ملی فکر سی وجود کی اہمیت کے تحت متحد ہونے کی ضرورت ہے احتجاج کار کی طریقہ بدلنے کے لیے عوامی تربیت کا آغاز کیا جائے ہم اپنے ملک اپنے معاشرے اپنے بازار میں احتجاج کرتے ہیں لیکن شخص امن، فتنہ فساد توڑ پھوڑ ہوتے ہوئے دیکھ کر لگتا ہے کہ وہ الگ الگ طبقات میدان کارزار میں ہیں نتیجتاً ہم اپنا ہی نقصان کر بیٹھتے ہیں اور نادانستہ طور پر دشمن کو بغیر منصوبہ بندی اور رقم خرچ کیے ہمارا نقصان دیکھ کر خوشی اور اپنا منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچانے میں غیر متوقع کامیابی ہو جاتی ہے۔ احتجاج سفارتی سطح پر سفارتی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے مکمل تیاری کے ساتھ ہونا چاہیے احتجاج تجارتی سطح پر نتیجہ خیز موجبات کے ساتھ ہونا چاہیے ہمیں ملکی اور مسلم ممالک کی مصنوعات پر انحصار کرتے ہوئے اپنے معیار علاج معالجہ تحقیق و تعلیم کو آگے بڑھانا چاہیے تاکہ دشمنوں پر انحصار کم سے کم ہو جائے مرکی بے ادبی اور گستاخی پر مبنی فلم بنانے کا مقصد مسلمانوں کو اذیت و تکلیف پہنچانا نہیں بلکہ اُن کا مقصد اس سے یہ ہے کہ امریکہ میں پچھلی کئی دہائیوں سے ملین کی تعداد میں مسلم آبادی تارکین وطن کے طور پر آباد ہو چکی ہے برطانیہ میں صرف ایک ملین پاکستانی مسلمان آباد ہو چکے ہیں باقی مسلم آبادی کی تعداد اس کے علاوہ ہے فرانس میں الجزائر مراکش تیونس کے ملینز مسلم آباد ہو چکے ہیں اسی طرح ہالینڈ، بیلجیم، سپین اور جرمنی میں ملینز ترک مسلم آباد ہو چکے ہیں اس فلم کا مقصد ان تمام ملکوں کی حکومتوں کو باور کروانا ہے کہ مسلم ناقابل قبول شہری اور ناپسندیدہ ذہنیت کے حامل لوگ ہیں جو کسی کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر آپ ان کو اپنے ہاں ترقی کرنے کی اجازت دیتے رہیں گے تو کل آپ کی ہر سطح کی قیادت میں محمد فلاں، علی فلاں، حسن فلاں، حسین فلاں، ابوبکر فلاں، عمر فلاں، عثمان فلاں کے طور پر براجمان ہوگا۔ اور یوں اگر ان کی یہ سازش کامیاب ہو گئی تو ان لوگوں کو وہاں دیس سے نکال دیا جائے گا۔ اور یہ اگر اپنے ملکوں میں واپس پہنچ گئے تو وہاں ان کو ترقی و کاروبار کرنے کا موقع پانے کی بجائے ان کی بیخ کنی کے لئے کسی دہشت گردی یا منی لانڈرنگ کے جیسے بہانے سے خاتمے کے اسباب بہانے حیلے موجود ہیں اور یوں امت مسلمہ کو مستقل چیلنجز کا سامنا رہے گا۔ سورۃ انبیاء کی آیت نمبر ۴۴ کے مطابق ہمیں نظام حق کی بحالی اور تسلط ربانی کی مضبوطی کی کوشش کرتے رہنا ہوگا۔ ہمارا نظام حتمی دنیا میں مقصود ہو کا آج اسلامی بینکاری پوری دنیا میں رائج و پسندیدہ ہو رہی ہے حضرت امام جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور جلد ۴ صفحہ ۵۹۷ پر اسی آیت کی تفسیر میں قول حسن نقل کیا ہے کہ پروردگار عالم نے اُن تمام علاقوں اور قوموں کو ان کی ہیئت و حالت سے بدل کر رکھ دیا اور حضور ﷺ و مقصود کائنات سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ظہور کو ان علاقوں اور قوموں پر اسلام کی فتح اور توحید الٰہی کا غلبہ بنا دیا آج بھی اسی روح کو تازہ کرنے اور اسی انداز سے ایک قیادت کے ماتحت متحد ہونے کی پوری اُمت مسلمہ کو اشد ترین ضرورت ہے سورۃ الانبیاء مکی ہے مگر یہ آیت مدنی ہے اور اس کے مدنی ہونے کا ثبوت حکم فرض جہاد ہے جو کہ مدینہ منورہ میں ہوا دوسرا صاحب حاشیۃ الشہاب علامہ خفاجی نے اس آیت کے ذیل تفسیراً اس آیت کا مقام نزول مدینہ لکھا ہے (صفحہ ۴۴۴ جلد ۶) جو لوگ رب سے منہ موڑ بیٹھے پروردگار نے انکی خاصیت بشریت اور خاصیت روحانیت کے حصے سے محروم قرار دے دیا۔ کفر کی زمین اور قیادت کم ہوتی جائے گی اور غلبہ حق کا ہی ہوگا۔ مترجمین قرآن نے طرف کا معنی کنارہ کیا ہے لیکن علمائے لغت عربیہ علامہ اصمعی علامہ ابن سیدہ نے طرف کا ایک معنی رئیسہم و علماءھم کیا ہے اس سے یہی مراد لینا زیادہ سہل الفہم ہے کہ ان کے اکابر اور علم والے کم ہوتے جائیں گے لہٰذا قیادت کے فقدان کو دور کرتے ہوئے اور شخصی قیادتوں پر زور دینے کی بجائے ایک ہی قیادت کو چن لینا بہت ضروری ہے ورنہ آخر کار سیدنا محمد المہدی نے ہی قیادت کرنا ہی ہے۔ اس سے عروج و صعود و ترقی و کمال کا دور آئے گا اور کفر زوال کا سامنا کرے گا۔

اصلاح احوال کی کوششیں
اور
اخلاص و خیر خواہی کا فقدان

پروفیسر خلیل احمد نوری

قول و عمل میں اخلاص و خیر خواہی کا فقدان اس دور کے اہم ترین مسائل میں سے ایک ہے۔ محراب و منبر سے اٹھنے والی آواز ہو یا اخبار و رسائل کی تحریریں، ٹی وی چینلز سے نشر ہونے والے دینی، سیاسی اور فکری تجزیے اور بحثیں ہوں یا اصلاحی موضوعات پر منعقد ہونے والے سیمینارز اور کانفرنسیں، خواہ دفاتر اور مجالس کی گفتگو اور بحثیں، عام طور پر اخلاص سے خالی دکھائی دیتی ہیں۔ کہیں فن خطابت، شعلہ نوائی، انداز بیاں اور اظہار فصاحت و بلاغت کے ذریعے داد و تحسین حاصل کرنا مقصود دکھائی دیتا ہے، کسی جگہ گروہی، تنظیمی اور مسلکی مفادات کا حصول پیش نظر ہے، کہیں علمی برتری جتانا مطمع نظر قرار پایا ہے، کبھی غالب آنے، دوسروں کو نیچا دکھانے اور اقتدار پر قابض ہونے یا چھائے رہنے کا جذبہ کارفرما ہے، تو کہیں مسابقت کے شوق اور کمرشل ازم کی دوڑ میں محض شور و غل برپا کرنے کا ہدف ہے۔

وہ چند خوبیاں جن کی مدد سے معاشرے کی اصلاح و تعمیر کا کام مؤثر طور پر انجام دیا جاسکتا ہے، ان میں اخلاص و حسن نیت ایک اہم اور لازمی خوبی شمار کی جاتی ہے۔ ریاکاری، بناوٹ اور مطلب پرستی کی آڑ میں کی ہوئی باتیں اور کیا ہوا عمل نتیجہ خیز نہیں ہوتا۔ اسی لیے اسلام نے ہر عمل کی بنیاد حسن نیت پر رکھی ہے۔ حضور معلم و مربی انسانیت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى

"بے شک اعمال کا دارو مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی"۔۔۔

نیز رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى أَجْسَادِكُمْ وَلَا إِلَى صُوَرِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ إِلَى صَدْرِهِ

"اللہ تعالیٰ تمہارے جسموں اور شکل و صورت کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔ حضور ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے اپنی انگلی سے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا"

ہر مسلمان کے دل میں انسانیت بالخصوص اپنے دینی بھائیوں کے ساتھ اخلاص و خیر خواہی کا جذبہ اتنا ضروری امر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے دین کا مرکزی اور محوری نکتہ قرار دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اَلدِّينُ النَّصِيحَةُ۔ "دین تو سراسر خیر خواہی کا نام ہے"۔

بعض روایات میں ہے کہ اسے رسول اللہ ﷺ نے تاکیداً تین بار ارشاد فرمایا۔3 جب رسول اللہ ﷺ نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور امیر کی اطاعت کرنے پر بیعت لیتے تو مسلمانوں کے لیے جذبہ خیر رکھنے کو بھی اس میں شامل فرماتے۔ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

بَايَعْتُ النَّبِيَّ عَلَى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ

"میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی پر بیعت کی۔۔۔"

خیر خواہی کی اہمیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک مسلمان کا دوسرے کے لیے حق قرار دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سِتُّ خِصَالٍ يَعُودُهُ إِذَا مَرِضَ وَيَشْهَدُهُ إِذَا مَاتَ وَيُجِيبُهُ إِذَا دَعَاهُ وَيُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِذَا لَقِيَهُ وَيُشَمِّتُهُ إِذَا عَطَسَ وَيَنْصَحُ لَهُ إِذَا غَابَ أَوْ شَهِدَ۔

"ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں: (۱)جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے، (۲)جب اس کی وفات ہو تو اس کے جنازے میں شریک ہو، (۳)جب وہ اسے پکارے تو اس کی پکار پر لبیک کہے، (۴) جب اس سے ملاقات ہو تو اسے سلام کہے، (۵)جب وہ چھینک لے تو یَرْحَمُكَ اللّٰه کہے اور(۶)اس کے لیے خیر خواہی رکھے، خواہ وہ حاضر ہو یا غیر حاضر"۔۔۔

جس شخص کی جدوجہد کا مقصد اور کوششوں کی غرض و غایت ذاتی اہداف کا حصول ہو اور دوسروں کی ہمدردی اور بہتری کی خواہش دل میں نہ رکھتا ہو، وہ خواہ کسی بھی عنوان اور نام سے مصروف عمل ہو، رسول اللہ ﷺ نے اس کے ایمان کی نفی

فرمائی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ۔

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے"

انسانی اصلاح کا اصل کام حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے انجام دیا ہے۔ ان کی بعثت کا مقصد ہی معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تھا۔ اسی لیے وہ جذبہ اخلاص و خیر خواہی سے سرشار تھے اور ان کا ہر قول و فعل غرض پرستی سے پاک تھا۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنصَحُ لَكُمْ۔

"میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں"...

حضرت ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی بات ارشاد فرمائی:

أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ

"میں تمہیں اپنے رب کا پیغام پہنچا رہا ہوں اور میں تمہارا خیر خواہ ہوں، قابل اعتماد"۔

حضور سید المرسلین، ہادیٔ اعظم ﷺ انسانیت سے کس قدر دل سوزی کے جذبات رکھتے تھے؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ اہل مکہ کی ایمان سے محرومی اور اس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت میں ان کی تباہی کے خوف سے شدید کرب میں مبتلا رہتے۔ رنج و الم کی یہ کیفیت اتنی شدید ہوتی کہ آپ اپنی جان کو ہی گھلا بیٹھتے۔ قرآن کریم نے اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَٰذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا۔

"اے حبیب! کیا آپ ان کے پیچھے شدت غم کی وجہ سے اپنی جان پر کھیل جائیں گے، اگر وہ اس کلام ربانی پر ایمان نہیں لاتے"...

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ۔

"اے حبیب! شاید ان لوگوں کے ایمان نہ لانے پر آپ اپنی جان کو ہلاک کر بیٹھیں گے"...

گویا انسانیت کی ہلاکت و تباہی کا غم رسول اللہ ﷺ کو کھائے جا رہا تھا اور آپ ان کی نجات کی خاطر ہر مصیبت و مشکل کو خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے چلے جا رہے تھے۔ آپ کی راہ میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں، ساحر و مجنون اور شاعر کہا جاتا ہے، ہاتھ لوٹ جانے اور نسل منقطع ہونے کے طعنے دیئے جاتے ہیں، طائف کی گلیوں اور اُحد کے میدان میں لہولہان کیا جاتا ہے، اپنے محبوب شہر مکہ سے ہجرت پر مجبور کیا جاتا ہے، آپ ﷺ کی تمام تبلیغی کوششیں اور ساری بے چینیاں اور بے قراریاں انسانیت کی فلاح و اصلاح کے لیے ہی تو تھیں۔ دیکھیے! کس درد سے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهَذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي تَقَعُ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا فَجَعَلَ يَنْزِعُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَقْتَحِمْنَ فِيهَا فَأَنَا آخُذُ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ وَهُمْ يَقْتَحِمُونَ فِيهَا۔"

"میری مثال ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی ہو، جب آگ نے اپنے گرد و پیش کو خوب روشن کر دیا تو پروانے، پتنگے آگ میں آ آ کر گرنے لگے۔ وہ شخص انہیں روک رہا ہے، لیکن وہ ہیں کہ اس پر غالب آ کر اس میں گرے جاتے ہیں۔ میری اور اپنی مثال اسی طرح سمجھو کہ میں تمہیں جہنم کی آگ سے روکتا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گرے جاتے ہو"۔

قرآن و سنت کی ان تعلیمات کو پیش کرنے کا مقصد یہ حقیقت ذہن نشین کرانا ہے کہ اصلاح احوال کی جو کوشش اخلاص و خیر خواہی کے جذبے سے عاری ہو، بے کار و بے ثمر رہتی ہے۔ وطن عزیز اس وقت بحرانی کیفیت سے گزر رہا ہے، معیشت، خود مختاری، استحکام اور سیکیورٹی کے حوالے سے اسے طرح طرح کے خدشات و خطرات درپیش ہیں، جب کہ اہل اقتدار، اپوزیشن جماعتیں اور اہل فکر و نظر، اصلاح و تعمیر کے دعووں کے ساتھ میدان عمل میں ہیں۔ ذرائع ابلاغ میں اصلاح احوال کا ہر وقت شور بپا رہتا ہے۔ اصلاح احوال کے ان

محراب و منبر سے اٹھنے والی آواز ہو یا اخبار و رسائل کی تحریریں، ٹی وی چینلز سے نشر ہونے والے دینی، سیاسی اور فکری تجزیے اور بحثیں ہوں یا اصلاحی موضوعات پر منعقد ہونے والے سیمینارز اور کانفرنسیں، خواہ دفاتر اور مجالس کی گفتگو اور بحثیں، عام طور پر اخلاص سے خالی دکھائی دیتی ہیں۔

علم برادران میں سے کون اخلاص کی دولت سے بہرہ ور ہے؟ اس کا حال اللہ تعالٰی کو معلوم ہے، تاہم اخلاص کے تقاضوں کی روشنی میں ان کوششوں کا جائزہ لیا جائے تو عام طور پر مصلحین وقت اس صفت سے محروم نظر آتے ہیں۔ اخلاص کا تقاضا ہے کہ اصلاح کی کوششوں میں کسی کی پردہ دری سے اجتناب برتا جائے، تمسخر نہ اڑایا جائے، طعن زنی نہ ہو، کارٹون بنا کر شکلیں نہ بگاڑی جائیں، الٹے نام نہ رکھے جائیں، بلا تحقیق کسی پر الزام نہ لگایا جائے، شرم و عار دلا کر، عزت نفس کو پامال کر کے اور ملک دشمن قرار دے کر گروہی مقاصد حاصل نہ کیے جائیں۔ اپنی پارٹی، تنظیم اور مکتب فکر کی غلط اور خلاف حق باتوں کی تائید و حمایت نہ کی جائے۔ مخالفین کی حق پر مبنی باتوں کا کھلے دل سے اقرار و اعتراف کیا جائے۔ نہ ہی اہل اقتدار کی بے جا مدح و توصیف سے زبان آلودہ ہو اور نہ ہی بلاوجہ حکومت کی مخالفت کو نصب العین بنایا جائے۔ مخالفین کے بڑوں کو گالیاں دینا تو اس حد تک برا ہے کہ قرآن مجید نے کفار کے بتوں کو گالیاں دینے سے بھی منع کیا ہے، کہ کہیں وہ اس کے جواب میں ذات باری تعالٰی کو ہی سب و شتم کا نشانہ نہ بنانے لگیں [الانعام:۱۰۸] اسلام ہر شخص کی عزت و اکرام کا خواہاں ہے، اصلاح و ہدایت کے نام پر دوسروں کی پگڑیاں اچھالنے کا درس نہیں دیتا۔ مخالفین کی رسوائی سے تسکین تو حاصل کی جا سکتی ہے، اصلاح و درستی کا عمل رو بہ پذیر نہیں ہو سکتا۔ سید عالم، مصلح اعظم، حضور رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر اصلاح و تربیت کے تقاضوں کو کون جاننے والا ہے؟ جب کسی کو اس کی غلطی پر متنبہ کرنا مقصود ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس شخص کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے اسے بر سر عام نہ ٹوکتے اور نہ ہی اسے نامزد کر کے بر سر منبر غلط کار قرار دیتے، بلکہ اس کے غلط عمل کو عمومیت کا رنگ دے کر تمام لوگوں کو اس عمل سے منع فرماتے، جس سے اس خاص آدمی کو بھی تنبیہ ہو جاتی۔ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا بَلَغَهُ عَنِ الرَّجُلِ الشَّيْءُ لَمْ يَقُلْ مَا بَالُ فُلَانٍ يَقُولُ وَلَكِنْ يَقُولُ مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَقُولُونَ كَذَا وَكَذَا۔

"نبی اکرم ﷺ کو جب کسی کی غلطی کا پتا چلتا تو یوں نہ فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہوا ہے (کہ وہ ایسا کرتا ہے) بلکہ فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ ایسا ایسا کرتے ہیں"۔۔۔

خیر خواہی کا تقاضا تو یہ ہے کہ جب بھی کسی سے کوئی معاملہ کیا جائے یا کسی کو نصیحت کی جائے تو اس کی پشت پر خالص پن کی صفت موجود ہو، کوئی ذاتی غرض پوشیدہ نہ ہو، مادی مفادات کا حصول اور دنیاوی اہداف کشید کرنا پیش نظر نہ ہو۔ دوسروں کے لیے درد مندی ہو، تبلیغ رسالت کا جذبہ ہو اور دل سوزی سے گم راہوں کی نجات کی فکر ہو۔ تنقید ہو تو تعمیری، محض تنقیص نہ ہو، نرم و شیریں لہجے میں بات کہی جائے دل خراش انداز اور سخت کلامی سے پرہیز برتا جائے۔ خلوص و خیر خواہی سے لبریز یہی وہ انداز ہے جس سے مخاطب کے دل میں ضد، ہٹ دھرمی، تعصب اور حمیت جاہلیت کے جذبات پیدا ہونے سے رک سکتے ہیں اور اس میں قبول حق کی طلب پیدا ہو سکتی ہے۔ اصلاح انسانیت کا پہلا قدم یہی ہے، اگر پہلا قدم ہی غلط رکھا جائے تو منزل تک رسائی کی امید نہیں کی جا سکتی۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

(جب معمار عمارت کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ بیٹھے تو دیوار کتنی ہی اونچی چلی جائے، ٹیڑھی ہی جائے گی)

نبی اکرم ﷺ کو جب کسی کی غلطی کا پتا چلتا تو یوں نہ فرماتے کہ فلاں شخص کو کیا ہوا ہے (کہ وہ ایسا کرتا ہے) بلکہ فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ ایسا ایسا کرتے ہیں۔

---

1 بخاری، کتاب الایمان، باب ما جاء ان الاعمال بالنیات
2 مسلم، کتاب البر و الصلۃ و الآداب
3 بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ الدین النصیحۃ/ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ/ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی النصیحۃ/ ترمذی، ابواب البر و الصلۃ، باب ما جاء فی النصیحۃ
4 بخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ الدین النصیحۃ.../ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحۃ/ ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی النصیحۃ/ ترمذی، ابواب البر و الصلۃ، باب ما جاء فی النصیحۃ/ نسائی، کتاب البیعۃ، باب البیعۃ علی النصح لکل مسلم
5 نسائی، باب تنبیہ عن صعب الاعوت
6 بخاری، کتاب الایمان، باب من الایمان ان یحب لاخیہ.../ مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی ان من خصال الایمان
7 الاعراف: ۶۲
8 الاعراف: ۶۸
9 الکہف
10 الشعراء: ۳
11 صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الانتہاء عن المعاصی
12 ابو داؤد، کتاب الادب، باب حسن العشیرۃ

زیارت قبور

علامہ سید ذاکر حسین شاہ

قالت کیف اقول لھم یا رسول اللہ قال قولی السلام علی اھل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم اللہ المستقدمین منا والمستاخرین وانا ان شاء اللہ بکم للاحقون[1] ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں قبرستان میں جا کر انہیں کیسے مخاطب کروں؟ ارشاد ہوا (یوں) کہو: مومنوں اور مسلمانوں پر جو ان گھروں (قبروں) میں رہتے ہیں تم پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ہم میں سے پہلے آنے والوں اور پیچھے رہ جانے والوں پر رحم فرمائے اور ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔

مومنوں، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں میں سے ان گھروں (قبروں) میں رہنے والو! تم پر سلام ہو، ہم بھی آپ سے ملنے والے ہیں، ہم اپنے لیے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہتے ہیں۔ (مسلم ج1 ص314)

یہاں اہل الدیار سے پہلے لفظ یا محذوف ہے معنی ہوگا اے ان گھروں میں رہنے والو! اگر کسی کو شک ہو تو آگے دیکھ لے لکم میں کم (تم سب) حاضر کی ضمیر ہے، واضح بات ہے کہ انہیں حاضر کی ضمیر سے خطاب کیا جا رہا ہے اگر وہ سنتے نہیں ہیں تو خطاب کیوں ہو رہا ہے پھر بتانے والے خود قرآن لانے والے ہیں ﷺ۔ حدیث سے وہ بھی ثابت ہو گئیں وہ برزخ میں زندہ ہیں اور قبر پر آنے والوں کی باتیں سنتے ہیں۔

آیات زندہ کافروں کے لیے ہیں

الف: جو آیات نہ سننے کے بارے میں کچھ حضرات پیش فرماتے ہیں وہ زندہ کافروں کے بارے میں ہیں کہ وہ کان رکھتے ہوئے بھی سنتے نہیں۔ قرآن حکیم نے یہ بات کئی مقامات میں بیان فرمائی ہے کاش! یہ حضرات توجہ سے قرآن کا مطالعہ فرماتے، نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمائیں۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ إِن تُسْمِعُ إِلَّا مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ[2]

ترجمہ: بیشک آپ ﷺ مردوں کو نہیں سنا سکتے ہیں اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہیں، جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں اور نہ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہ دکھا سکتے ہیں، آپ ﷺ تو صرف انہیں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ فرمانبردار ہیں۔

کیا مردے بھی منہ پھیر کر جاتے ہیں؟ اگر نہیں تو پھر اس سے مراد صرف زندہ کافر ہیں، حق کے اندھوں اور کفر میں غرق لوگوں کو ہدایت دینا آپ ﷺ کا کام نہیں، مُردوں کو بھی برزخ میں کہیں ہدایت دینے کا حکم ہے؟ اگر نہیں تو پھر اس سے مراد زندہ کافر ہیں۔ قرآن نے پھر فیصلہ کن انداز میں فرمایا آپ ﷺ تو انہی کو سنا سکتے ہیں جن کا ہماری آیات پر ایمان ہے اور وہ اطاعت کیش ہیں۔ غور فرمائیے یہ زندہ ہیں یا مردہ ہیں؟ کیا حضور ﷺ مُردوں کو دعوت ایمان دینے تشریف لے گئے تھے اور وہ سن نہیں رہے تھے؟ اللہ کریم قرآن سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہم اپنی تفسیر کی تائید میں ایک آیت پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (الاعراف آیت نمبر 179)

ترجمہ: ان (کافروں) کے دل تو ہیں لیکن ان کے ذریعے سمجھتے نہیں، ان کی آنکھیں ہیں ان سے دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ہیں ان سے سنتے نہیں وہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ وہ (جانوروں سے بھی) بڑھ کر گمراہ ہیں، وہی لوگ غافل ہیں۔

کیا یہ بھی مُردوں کے لیے ہے؟ انہیں تو جانوروں سے زیادہ گمراہ فرمایا جا رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ کریم ہمیں ایسی گمراہی سے بچائے اور کج بحثوں کو غور کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ہم اپنے معزز قارئین کے لیے اس موضوع پر چند اور آیات کی نشاندہی صرف تبرکاً کرنا چاہتے ہیں ورنہ اس موضوع پر قرآن میں بہت سی آیات ہیں (زخرف نمبر 40، الاحقاف 26، محمد 16، اعراف 198، الجاثیہ 23، یونس 142، 141، انفال 23، 21)

مُردوں کو "یا" سے خطاب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ کے قبرستان سے گزرے تو ان (مُردوں) کی طرف منہ مبارک کر کے فرمایا اے قبروں والو! تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بخشے تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے ہیں۔ (ترمذی ج1 ص203 سعید کمپنی، ابن ماجہ ص112، ابوداؤد ج2 ص105 مکتبہ امدادیہ ملتان، نسائی ج1 ص222 سعید کمپنی)

ملاحظہ فرمائیں کہ حضور کریم ﷺ مُردوں کو "یا" سے خطاب فرما رہے ہیں اور قبروں کی طرف منہ مبارک کیے ہوئے ہیں، قبروں پر جانا بھی ثابت ہوا، ان کی زندگی بھی ثابت ہوگئی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

"یہاں تک کہ (گھر سے نکل کر) آپ ﷺ جنت البقیع میں جلوہ فرما ہوئے تین مرتبہ ہاتھ مبارک اٹھا کر لمبی دعا فرمائی" مذکورہ بالا حدیث میں سے

---

[1] مسلم ج1 ص 314 سعید کمپنی، نسائی ج1 ص 287 کتب حقانیہ، ابوداؤد ج 2 ص 105

[2] النمل آیت 79-81، الروم آیت 52-53

مسلم ؒ اور امام نسائی ؒ نے پوری طرح سیدہ کے ارشادات نقل فرمائے ہیں شائقین اہل علم ملاحظہ فرمائیں، حدیث سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی ثابت ہوا، یہ بھی حدیث میں مذکور ہے۔ تین مرتبہ الگ الگ دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنا بھی ثابت ہوا۔

ج: حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اقدس ﷺ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر کے پاس رو رہی تھی آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈر اور صبر کر۔ وہ بولی آپ ﷺ مجھے میرے حال پر چھوڑیں اس لیے کہ آپ ﷺ کو میری مصیبت جیسی مصیبت نہیں پہنچی ہے وہ حضور ﷺ کو پہچانتی نہیں تھی اسے بتایا گیا کہ آپ ﷺ اللہ کے نبی ہیں، وہ نبی ﷺ کے در اقدس پر حاضر ہوئی (کہ معذرت کے لیے آئی) وہاں کوئی دربان نہیں تھے کہنے لگی میں نے حضور ﷺ کو نہیں پہچانا، آپ ﷺ نے فرمایا صبر تو صرف مصیبت کی ابتدا میں ہوتا ہے۔[3]

حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ اس دور اقدس میں خواتین قبروں پر جاتی تھی اسی لیے رحمت دو عالم ﷺ نے اسے صبر کی تلقین تو فرمائی مگر قبر پہ جانے سے نہیں روکا۔

د: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیشک میں تمہیں قبروں کی زیارت سے روکا کرتا تھا اب محمد مصطفیٰ ﷺ کو ان کی والدہ محترمہ کی زیارت کی اجازت مل گئی ہے تم بھی قبروں کی زیارت کرو یہ قبریں آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔[4]

قبر پر خیمہ لگا دیا

ہ: جناب حسن (المثنیٰ) بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کا جب وصال ہوا تو ان کی بیوی نے ان کی قبر پر سال بھر خیمہ (قبہ) لگا لیا پھر اسے اٹھا لیا لوگوں نے ایک پکارنے والے (غیبی آواز والے) کو سنا وہ کہہ رہا تھا کہ کیا گم شدہ مل گیا ہے (کہ خیمہ اکھاڑ کر جا رہی ہیں) دوسرے نے اسے جواب دیا نہیں بلکہ مایوس ہو کر واپسی کا راستہ لیا ہے۔ (بخاری ج اص 177)

یہ دور صحابہ و تابعین ہے سیدنا حیدر کرار کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کے پوتے سیدنا حسنی مثنیٰ رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی صرف قبر پر جاتی نہیں ہیں بلکہ وہاں خیمہ لگا کر پورا سال تشریف فرما رہتی ہیں صحابہ اور تابعین (رضی اللہ عنہم) سے کوئی بھی اس عمل کے خلاف آواز نہیں اٹھاتا، پھر اہل بیت کے گھر قرآن اور حدیث کے چشمے انہی کے گھر سے پھوٹتے ہیں، اگر خواتین کے لیے خصوصاً اور مردوں کے لیے عموماً ممانعت تھی، تو سیدہ نساء العالمین فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا اور علم و ولایت کے منبع سیدنا حیدر کرار کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کی مقدس پوتی کو اس خالص اسلامی معاشرے میں اس کا علم نہ ہو سکا اور دور حاضر کے ایک مفکر سے حدیث کو علم ہو گیا؟

قبروں پر با جماعت حاضری

و: سیدنا طلحہ بن عبید اللہ نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شہیدوں کی قبروں (کی زیارت) کے لیے نکلے یہاں تک کہ ہم اس واقع (مقام) کی حرہ پر چڑھ گئے جب ہم اس کی اترائی کی طرف ڈھلکے تو وادی کے موڑ پر کچھ قبریں دیکھیں فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا ہمارے بھائیوں (شہداء) کی قبریں یہ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ ہمارے اصحاب کی قبریں ہیں جب ہم (آگے نکل کر) شہداء کی قبروں تک پہنچے تو ارشاد ہوا یہ ہمارے بھائیوں کی قبریں ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضور ﷺ زیارت قبور کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ جا رہے ہیں اب اگر کچھ لوگ اس طرح سے جائیں تو کیا یہ اتباع سنت ہے یا بدعت ہے؟ عمل رسول ﷺ سنت ہوتا ہے۔

ز: جو اپنے والدین یا ان سے ایک کی قبر کی زیارت کرتا ہے ہر جمعہ کو اس کی بخشش ہو جاتی ہے اور اسے فرمانبردار لکھا جاتا ہے۔[5]

حضور ﷺ خود سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر تشریف لے گئے، جنت البقیع میں تشریف لے گئے صحابہ، صحابیات، امہات المومنین، رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور ﷺ کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ آج بھی سعودی حکومت خواتین کے لیے وہاں خصوصی اوقات زیارت کے رکھتی ہے تو یہ اجماع امت ہے۔ آپ خود سوچیں کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ حاضری دیں تو نیت مسجد نبوی کی کریں حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضری کی نیت نہ کریں، کبھی انہوں نے غور کیا کہ یہ مقدس مسجد کی ساری عظمتیں بھی تو نسبت مصطفوی سے ہیں یا اللہ! اپنے محبوب ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ہمیں سنت مصطفیٰ ﷺ اور عمل صحابہ پر چلنے کی توفیق مرحمت فرما۔

ح: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے اس گھر میں پردے کے کپڑوں کے بغیر چلی جاتی تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کا مزار ہے اور کہتی ہیں اس میں میرے خاوند ﷺ اور میرے والد رضی اللہ عنہ ہی تو ہیں جب (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے تو اللہ تعالیٰ قسم میں اس گھر میں پردے والے سارے کپڑے پہنے بغیر کبھی داخل نہیں ہوئی مجھے (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) سے حیا آتی تھی۔[6]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے اس گھر میں پردے کے کپڑوں کے بغیر چلی جاتی تھی جس میں رسول اللہ ﷺ کا مزار ہے اور کہتی ہیں اس میں میرے خاوند ﷺ اور میرے والد رضی اللہ عنہ ہی تو ہیں جب (سیدنا) عمر رضی اللہ عنہ وہاں دفن ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی قسم میں اس گھر میں پردے والے سارے کپڑے پہنے بغیر کبھی داخل نہیں ہوئی مجھے (سیدنا عمر رضی اللہ عنہ) سے حیا آتی تھی۔

3۔ بخاری ج ا ص 171 سعید کمپنی نیز بخاری لبنان ج ص 218
4۔ ترمذی ج ا ص 208 سعید کمپنی مسلم ج ا ص 314، ابو داؤد ج 2 ص 105
5۔ مشکوٰۃ ص 154 بحوالہ بیہقی
6۔ مشکوٰۃ ج ص 154 بحوالہ مسند امام احمد

جنسی بے راہ روی
ایک چیلنج

ڈاکٹر محمد آفتاب خان/ ریاض احمد*

موجودہ زمانے میں فحاشی اور جنسی بے راہ روی کے جس طوفان نے تمام دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اب وہ ہمارے دروازے پر ہی دستک نہیں دے رہا بلکہ ہمارے گھروں کے اندر بھی داخل ہو چکا ہے۔ ٹی وی، ڈش، انٹرنیٹ اور دیگر مخرب اخلاق پرنٹ میڈیا کے ذریعے ہماری نوجوان نسل جس انداز میں اس کا اثر قبول کر رہی ہے۔ اس کے پیش نظر یہ کہنا شاید غلط نہ ہو کہ ہم بھی یورپ اور امریکا کے نقش قدم پر نہایت تیزی کے ساتھ چلے جا رہے ہیں، جس پر وہ عیسائی مذہبی رہنماؤں کی غلط تعلیمات و نظریات کے نتیجے میں آج سے ایک ڈیڑھ صدی قبل رواں دواں ہوئے تھے۔ امریکا اور یورپ اس جنسی بے راہروی کی وجہ سے جن بیماریوں، حادثات، طلاقوں کی بھرمار، خاندانی نظام کی تباہی اور جنسی امراض بالخصوص ایڈز کی وجہ سے تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ کیا مسلمان ممالک بھی، ان ہی نتائج سے دوچار ہونا چاہتے ہیں؟ یہ اور اس قسم کے چند سوالات ہیں جنھوں نے اس ملک کے سوچنے سمجھنے والے طبقے کو پریشان کیا ہوا ہے۔ اس کا علاج ایک طرف امریکا، یورپ اور اقوام متحدہ کی جانب سے مختلف غیر سرکاری تنظیموں کے ایک چال ہم رنگ زمین کے ذریعے مسلمان ممالک کو اسی رنگ میں رنگنے کے لیے کوشش سے ہو رہا ہے۔ جبکہ اس کا دوسرا حقیقی اور قابل اعتماد حل وہ ہے جو ہمیں قرآن اور اسلامی تعلیمات کے ذریعے دیا گیا تھا، جسے نظرانداز کرنے اور بھلانے سے ہم آج اس دوراہے پر کھڑے ہیں۔ زیر نظر مضمون میں اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر گفتگو کی گئی ہے۔

موجودہ زمانے میں جنس اور جنسیت کے بارے میں ایک متوازن اور معتدل نقطہ نظر پیش کرنے کی ضرورت طویل عرصے سے محسوس کی جا رہی تھی۔ خاص طور پر ہماری وہ نسل جو آج کل کالجوں اور یونی ورسٹیوں میں زیر تعلیم ہے، جہاں مخلوط تعلیم کی بنا پر وہ وقت گزاری میں ایک دوسرے سے رابطے میں رہتے ہیں۔ وہ ایک کلاس روم میں پڑھتے ہیں، ایک جگہ، بھری ہوئی لیبارٹری میں کام کرتے ہیں اور تفریحی ٹوروں سے ہم ہوٹل، پارکوں اور دیگر تفریحی مقامات پر بھی انھیں میل جول کے مواقع حاصل ہیں۔ انھیں بار بار یہ ضرورت پیش آتی ہے کہ وہ یہ جانیں کہ اسلام کا اس حوالے سے کیا نقطہ نظر ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعلقات رکھنے میں انھیں اسلام کے کن قوانین اور حدود و قیود کا خیال رکھنا چاہیے۔

آج سے چالیس پچاس سال قبل تو شاید یہ معلومات صرف ان مسافروں کے لیے ضروری تھیں جو تعلیم کے حصول، کاروبار یا بسلسلہ ملازمت امریکا اور یورپ کے ممالک میں قیام پذیر ہوتے تھے۔ تاہم گزشتہ دو تین عشروں میں تو یہ سوال ایک حقیقت کے طور پر سامنے آگیا ہے کہ اس سے صرف نظر کرنا کسی ہوش مند فرد کے لیے کسی صورت بھی مناسب نہیں۔ اگر کسی کے دل میں موجودہ نوجوان نسل کے بارے میں معصوم ہونے کا زعم ہے تو یہ خود فریبی ہے اور حقائق سے کور چشمی کی دلیل ہے۔

پاکستان میں نوجوان نسل جس تیزی کے ساتھ بگاڑ کا شکار ہو رہی ہے، اس کا اندازہ اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ گزشتہ دنوں راولپنڈی کے ایک سکول کی تین طالبات اور تین طلبہ کے سکول سے غائب ہو جانے اور پھر دو تین دن کے بعد پشاور کے ایک ہوٹل سے برآمد ہونے کا واقعہ جس خطرناک رجحان کی نشان دہی کر رہا ہے وہ ہماری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہونا چاہیے۔ یہ صورت حال تو یوں سامنے آئی کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں دو تین دن تک گھروں سے غائب رہے، ورنہ صبح جا کر شام تک یونیورسٹی، کالج اور

---

*ڈاکٹر محمد آفتاب خان پروفیسر ہیں اور اس موضوع پر کئی کتب کے مصنف ہیں۔ جبکہ ریاض احمد سابق جائنٹ سیکرٹری حکومت پاکستان اور سینیئر ڈویژن کے انچارج رہ چکے ہیں۔

ہوٹلوں میں وقت گزار کر شام کو واپس آنے والے بچوں کا تو شمار ہی نہیں کیا جاسکتا!

اس ضمن میں جنرل (ر) عبدالقیوم لکھتے ہیں کہ: "مغرب کا نعرہ آزادی وہ آزادی ہے جس کو ساری مہذب دنیا مادر پدر آزادی کہتی ہے۔ اس آزادی کا مطلب یہ بھی ہے کہ آپ کی جواں سال بیٹیاں یا بیٹے بے شک بغیر شادی کے اپنے جوڑے چن لیں، حتیٰ کہ ناجائز بچے بھی پیدا کرلیں تو ماں باپ کو یہ حق نہیں کہ وہ ان سے کوئی سوال بھی کر سکیں۔ بدقسمتی سے اب پاکستانی معاشرے میں بھی بے حیائی عام ہوتی جارہی ہے۔ کیبل پر انتہائی واہیات پروگرام دیکھ کر اب کھلی ریڑن پر شرم وحیا سے عاری اشتہار بھی مہذب لگنے لگے ہیں۔ موبائل ٹیلی فون، انٹرنیٹ اور کیبل نیٹ ورک کے غلط استعمال سے ہماری نوجوان نسل تباہ ہو رہی ہے"۔ (نوائے وقت، ۱۱ مئی ۲۰۱۲ء)

اس پس منظر میں ہمیں اس سوال پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا اسلام نے انسانی زندگی کے اس اہم ترین شعبے (جنسیت) کے بارے میں کوئی رہنمائی دی ہے یا دیگر مذاہب کی طرح اس بارے میں انسان کو مادر پدر آزاد چھوڑ دیا گیا ہے؟

جنسیت ایک طائرانہ تاریخی جائزہ

تاریخ انسانی کے طویل دور میں جنسیت کے حوالے سے انسان دو انتہاؤں کے درمیان ہچکولے کھاتا نظر آتا ہے۔ ایک انتہا یہ ہے کہ انسان پر اس حوالے سے کوئی قانونی، اخلاقی، معاشرتی یا مذہبی پابندی عائد نہیں۔ وہ جب، جہاں اور جس کے ساتھ چاہے اس جبلت کی تسکین کر سکتا ہے، اور مرد بالخصوص اس کے نتائج کے بارے میں کسی قسم کی کوئی پابندی بھی عائد نہیں ہوتی۔ اسے مغرب کے موجودہ زمانے کی اصطلاح میں مادر پدر آزاد جنسی آزادی (Free Sex) کہتے ہیں۔ ۲ ہم، یہ انوکھا اور جدید تصور نہیں۔ قرآن کریم نے مصر کے ہزاروں سال پرانے جاہل معاشرے میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر (Group Sex) کی تصویر کشی سورۃ یوسف میں کر دی ہے۔ انسانی زندگی میں جنسی رویے کی دوسری انتہا جس کا ذکر بھی قرآن کریم نے سورۃ حدید میں کر دیا ہے، وہ راہبانہ تصور ہے جس کا تعلق اس فطری جبلت کو ختم کرنے کے لیے دنیوی علائق کو تیاگ دینے اور لنگوٹ کس کر جنگلوں، پہاڑوں میں زندگی بسر کرنے سے ہے۔

عیسائیت میں اس تصور کو فروغ دینے کا بانی سینٹ پال تھا، جس کے بعد متعدد کلیسائی رہنماؤں نے نہ صرف اس کی تلقین کی بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہوئے۔ تاریخ انسانی ان راہبوں کے گھناؤنے اور انسانیت کش حالات سے بھری ہوئی ہے جس کے تحت شادی (نکاح) کے ذریعے میاں بیوی کے درمیان تعلقات کو بھی نظر تحسین نہیں دیکھا گیا۔

اٹھارھویں صدی عیسوی یورپ کی عورتوں کے لیے بالخصوص اور تمام دنیا کی عورتوں کے لیے بالعموم ایک ایسی 'بدقسمت صدی' ثابت ہوئی جس کے مسائل اور آلام ومصائب سے انسانیت آج تک بلبلا رہی ہے اور نہ معلوم کتنے عرصے تک اسے اس کے برے اثرات کا سامنا کرنا پڑے۔ 1720ء کی دہائی سے شروع ہونے والے صنعتی انقلاب کی وجہ سے دیہاتوں سے شہروں کی جانب آبادی کے بہاؤ (urbanization) کے نتیجے میں یورپ کے بڑے بڑے شہر تو آباد ہوگئے لیکن اس کی وجہ سے یورپین خاندانی اور معاشرتی ڈھانچہ زیروزبر ہو گیا۔ بعدازاں جنگ عظیم اول اور دوم کی وجہ سے مرد و عورت کے تناسب میں ایک ایسا تفاوت پیدا ہو گیا جس کے نتیجے میں جنسی و صنفی ابتری کا ایک طوفان بے محابہ اٹھ کھڑا ہوا۔ عورتوں کو اپنے خاندان کے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے نہایت قلیل معاوضے پر طویل دورانیے کے لیے کام کرنا پڑا۔ سرمایہ دار نے ان کی محنت کا ہی استحصال نہیں کیا بلکہ ان کی عزت و عصمت کا بھی سودا کرلیا۔

صنعتی انقلاب کے تلخ پھل جو کام کی زیادتی، کم تنخواہ، عزت نفس کے مجروح ہونے اور عصمت وعفت کے لٹ جانے کی شکل میں ظاہر ہوئے، ان کی وجہ سے یورپین عورت اس امر پر مجبور ہو گئی کہ وہ شادی کے بندھن سے چھٹکارا حاصل کرے۔ کیونکہ وہ یک و تنہا بیمار یا معذور خاوند اور بچوں کے خاندانی نظام کو چلانے کی سکت نہیں رکھتی تھی۔ علاوہ ازیں، صنعتی ترقی نے لوگوں کو جہاں سہولیات اور آسائشات مہیا کیں، وہیں ان کی زندگیوں میں تلخیاں بھی بھر دیں۔ اب گھر میں ان تمام سہولیات کی فراہمی کے لیے عورت کو بھی اتنا ہی کام کرنا پڑا جتنا کہ قبل ازیں مرد کیا کرتا تھا اور یہیں سے خاندانی نظام میں توڑ پھوڑ شروع ہوئی۔

عورت گھر سے باہر نکلی تو دنیا کے تقاضے مختلف پائے۔ اب اس کے سامنے دو راستے تھے: ایک تو یہ کہ گھر واپس لوٹ جائے، مگر اس صورت میں سہولیات اور آسائشات سے محرومی نظر آتی تھی۔ دوسری راہ اس سے بالکل متضاد تھی کہ وہ مرد کے ساتھ مساویانہ اصول کے تحت اپنی نسوانیت کو خیر باد کہتے ہوئے شرم وحیا کو بھی بالائے طاق رکھے اور 'ھل من مزید' کی آس میں مرد کی ہوس کا شکار ہوتی رہے۔ یہ راہ جنسی بے راہ روی کے اس میدان تک لے گئی جہاں عورت اب ماں،

بہن، بیوی یا بیٹی نہیں رہتی تھی بلکہ جنسی کشش اور دعوت کا نمونہ بن گئی۔ ایسی حالت میں اس کے اندر پیدا ہونے والی سوچ نے ایک رد عمل کو جنم دیا جو بتدریج بڑھتا ہوا احتجاجی مظاہرات، جلسے جلوسوں اور تشہیری مہم کے ذریعے اس قدر طاقت ور ہو گیا کہ نتیجتاً عورتوں کو مردوں کے برابر معاشرے کا حق مل گیا۔

بات یہیں تک رک جاتی تو گوارا تھا۔ عورت گھر سے باہر نکلی، ہم اور معاشرے کا حق تسلیم کیا گیا ہر سطح پر برابری ملنے لگی تو بالآخر معاملہ نسوانی تحریکوں (فیمینزم) کے ایک چونکا دینے والے مرحلے میں داخل ہو گیا۔ عورتوں نے شادی کے ادارے ہی کو تنقید کر دیا۔ ان کے خیال میں شادی اور خاندان کا ادارہ عورت کو محکوم بنانے کی ''مردانہ سازش'' تھی۔ اس ''سازش'' کے خلاف ''جنگ'' یوں جیتی جا سکتی تھی کہ عورت بیوی اور ماں بننے کے بجائے ''خود مختارانہ فیصلے'' کرنے کی اہل ہو۔ یوں سمجھیے کہ گیند اب ایک ڈھلوان سڑک پر تھی جو آگے ہی آگے چلی جا رہی تھی۔ عورتوں نے جنس کے فطری تقاضے کی تسکین کے لیے تمام اخلاقی حدود یکسر مسترد کر دیں اور ایک نیا نعرہ بلند ہوا کہ ''عورت کا جسم اس کی اپنی ملکیت ہے جس پر کسی دوسرے کا کوئی اختیار نہیں''۔ مردوں کے لیے یہ امر خوش کن تھا۔ عورت اور مرد، دونوں اپنے اپنے گمان میں مسرور اور مطمئن ہو گئے۔ لیکن اس کی کس قدر قیمت جنس نسواں اور انسانیت کو ادا کرنی پڑی اس کا ابھی تک مکمل شعور انسان کو نہیں ہو سکا۔

اٹھارھویں صدی میں چرچ اور سائنس کے درمیاں جو جنگ لڑی گئی اس میں چرچ کے غیر عقلی اور غیر منطقی طرز عمل سے اس کا دائرہ عمل یورپ کی سوشل زندگی اور بالآخر ریاست کے دائرہ کار سے بالکل علیحدہ ہو گیا۔ انقلاب فرانس اور مارٹن لوتھر کے ذریعے الحادی نظام کو جڑ پکڑنے کا موقع ملا اور یوں چرچ نے خود اپنے آپ کو ریٹی کن سٹی (روم) کی چاردیواری تک محدود کر لیا۔ مزید برآں عیسائیت کو دیگر تمام الہامی مذاہب کے برابر گردانتے ہوئے یورپی مفکرین نے تمام مذاہب بشمول اسلام کو بھی خدا اور انسان کے درمیان ایک پرائیویٹ تعلق کی حد تک محدود کرنے کا پرچار شروع کیا، جس سے موجودہ زمانے کے مسلمان بھی اس تصور کے قائل ہو گئے، اور یوں دین ودنیا کی دوئی کا تصور جڑ پکڑ چلا گیا جس کے نتائج ہر سے آج انسانیت گزر رہی ہے۔

موجودہ زمانے میں عورتوں کی عزت و احترام کے کھو جانے کی وجہ سے عورت، مردوں کے ہاتھوں جنسی شہوت اور لذت کے حصول کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔ یورپ، امریکا اور بھارت کی عریاں فلم ساز صنعت (Pornographic Industry) اس کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان حالات میں ہر اس عورت سے، قطع نظر اس سے کہ اس کا تعلق مشرق سے ہے یا مغرب سے، وہ مسلم ہے یا غیر مسلم، وہ امیر ہے یا غریب لیکن جو تہذیب جدید کی دوڑ میں شریک ہونے کی خواہش مند ہے، اس سے ایک سوال پوچھنے کو جی چاہتا ہے کہ کیا اس کی زندگی کا آئیڈیل صرف ایک پلے گرل (Play Girl) بننا ہی رہ گیا ہے کسی پلے بوائے (Play Boy) کے ہاتھوں؟

انسانی زندگی میں جنسیت کی اہمیت وضرورت:

جنسیت کا موضوع انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کی حدود اخلاق، تہذیب و ثقافت سے ملتی ہیں، اور قانون کے علاوہ معاشرتی آداب اور طور طریقوں سے بھی۔ اگرچہ جنسیت ایک انسانی جبلت ہے، تاہم نکاح کے نتیجے میں بچوں کی پیدائش کے ذریعے انسانی معاشرے کی بقا اور ترقی کا انحصار بھی اس امر پر ہے کہ اس جبلت کو کس طرح ایک ضابطے کے تحت رکھا جائے۔ اس کا اظہار کس طریق پر ہونا چاہیے اور اس سے کس حد تک استفادہ یا اجتناب کرنا ضروری ہے۔ تاریخ انسانی سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب اور جس جگہ جنسیت اس قدر عام ہو جاتی ہے جیسا کہ امریکا اور دیگر مغربی ممالک میں، تو بلاشبہ وہاں معاشرے اور قوم کو اس کی بہت بھاری قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ یونان، روم، ہندستان، نیز قدیم مصری تہذیبوں کا خاتمہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ ان ممالک میں انصاف کم یاب، طبقاتی تفریق ایک حقیقت، اور بے لگام جنسیت عام ہو گئی تھی۔ پھر قانون الٰہی کے مطابق وہ اقوام بالآخر نیست ونابود ہو گئیں۔ ایک انسان اس امر کا اندازہ نہیں کر سکتا کہ ان قوموں سے قدرت نے کس قدر سخت انتقام لیا، اور اس طرح کی خوف ناک سزا کسی قوم کو اس وقت ہی ملتی ہے جب وہ جنسیت کے بارے میں مادر پدر آزاد رویہ اختیار کر لیتی ہے۔ یہاں اس امر کی صراحت شاید ضروری ہو کہ دنیا بھر میں جہاں جہاں جنسی جذبے کی تسکین بے محابہ انداز میں کی جا رہی ہے، وہاں خاندانی نظام تلپٹ ہو کر رہ گیا ہے۔ ایسے حالات میں خاندان کا ادارہ جس

کے ذریعے مستقبل کی نسل کی پرورش کا فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے قائم نہیں رہتا۔

دنیا کے ترقی یافتہ ممالک کے موجودہ حالات کے پیشِ نظر یہ خیال کہ وہ ایک بہت بڑے حادثے سے دوچار ہونے والے ہیں، بعید از قیاس نہیں۔۔۔ اگرچہ ان ممالک کے نوجوان طبقے میں جنسیت کے خلاف جو جذبہ بغاوت پیدا ہو گیا ہے وہ صحیح نہیں۔ تاہم، اس مقالے کے آغاز میں جن چند واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے، کیا وہ واضح کرنے کے لیے کافی نہیں کہ پاکستان میں بھی حالات ان ممالک سے بہت زیادہ مختلف نہیں۔ بدقسمتی سے یہاں مذہبی لیڈر حضرات نے معاشرے کے مختلف طبقوں کو، جس میں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں سرفہرست ہیں، جنسی جذبے کی اہمیت اور انسانی زندگی میں اس کے جائز اور صحیح استفادے کے بارے میں بتانے سے مجرمانہ حد تک تساہل اور تغافل برتا ہے۔ اس ضمن میں زیادہ تر لٹریچر تعزیروں اور سزاؤں کی تکرار پر مشتمل ہے، جسے آج کا تعلیم یافتہ اور بالخصوص مغربی تعلیم سے متاثر پاکستانی نوجوان طبقہ آسانی سے قبول کرنے کو تیار نہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اسے منطقی اور سماجی حالات کو مدِنظر رکھ کر سوچنے سمجھنے کا خوگر بنایا جائے کہ جسے وہ محض دو افراد کے درمیان وقتی لذت خوشی اور فطری جذبے کی تسکین کا نام دیتے ہیں، حقیقت میں اس کے اثرات نہایت ضرر رساں اور خوف ناک ہو سکتے ہیں۔ انسانی زندگی میں نکاح یا بیاہ کی ضرورت، خاندانی نظام کے قیام، بچوں کی تربیت، نیز میاں بیوی کے درمیان محبت و مودت پر مبنی تعلیمات اور خاندانوں کے درمیان اتفاق و اتحاد کے مثبت نتائج سے انھیں آگاہ نہیں کیا جاتا۔ جب تک کہ موجودہ روش کے نتیجے میں گھریلو تشدد، بچوں کی تربیت پر مضرت رساں اثرات، طلاق اور اس سے متعلقہ نفسیاتی، معاشی اور معاشرتی مسائل کی طرف ان کی توجہ نہیں دلائی جاتی، محض پند و نصائح پر مشتمل چند لمحوں کی گفتگو کسی طور بھی مطلوبہ نتائج کی حامل نہیں ہو سکتی۔ جنسی ہیجانات کی وجہ سے مسلم سوسائٹی میں سخت خلفشار برپا ہے، جو ہر آنے والے لمحے میں بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ اس بارے میں اسلامی رہنمائی تو موجود ہے مگر اس موضوع کو "شجر ممنوعہ" بنا دیا گیا ہے۔ اسلامی تعلیمات پر مبنی مناسب لٹریچر کی عدم موجودگی، یا کم دستیابی کے نتیجے میں نوجوان طبقہ مجبوراً یہ معلومات ٹی وی، ڈش اور انٹرنیٹ سے حاصل کر رہا ہے، اور چونکہ ان ذرائع سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں، ان میں لذتیت کا پہلو بہت نمایاں ہوتا ہے، اس کی وجہ سے نوجوان طبقہ اسی ایک پہلو پر عمل کرتا ہے۔ یوں معاشرے میں بہت سے اخلاقی اور معاشرتی مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔

اسلام میں انسان کی جسمانی، روحانی، عقلی اور جذباتی احساسات کی تمام تر ضروریات کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ قرآن کریم نے زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں چھوڑا جو انسانی زندگی کی کامیابی کے لیے ضروری نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحت و جوانی کے ساتھ ساتھ جنسی داعیہ بھی دیا ہے، لہٰذا اس کو ختم کرنا یا اس سے جائز طریقے پر استفادہ نہ کرنا منشائے الٰہی نہیں ہو سکتا۔ اسلام کے نزدیک کوئی ایسا کام جو انسانی زندگی میں انتہائی دنیوی سمجھا جاتا ہو اگر احکام خداوندی کے مطابق کیا جائے تو وہ ایک روحانی اور مذہبی عمل بن جاتا ہے، حتیٰ کہ میاں بیوی کے درمیان تعلق بھی ایک باعث ثواب عمل بن جاتا ہے۔ یہ اسلام کا ایک طرہ امتیاز ہے کہ اس نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اس طرح باہم سمو دیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں۔

درج بالا گفتگو سے اب ہم اس مرحلے پر پہنچ گئے ہیں جہاں ایک شخص کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر وہ کون سی تعلیمات ہیں جو اسلام نے ایک مسلمان کو اپنی جنسی زندگی کی رہنمائی کے لیے دی ہیں؟ بہت سے لوگوں کو اکثر اوقات اس بات پر ہی اچنبھا محسوس ہوتا ہے کہ کیا اس موضوع پر بھی قرآن کریم جیسی الہامی کتاب میں کوئی رہنمائی دی گئی ہے؟ صدیوں تک ہندوؤں کے ساتھ رہنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اسلام کو بھی ایک مذہب ہی سمجھا گیا جس کے معنی صرف عبادت (پوجا پاٹ) کے بے چند ظاہری رسوم کی پیروی کرنا ہے۔ مغربی تعلیم و تہذیب کے زیرِ اثر یہ بات ہمارے ذہنوں میں راسخ ہو گئی کہ دنیاوی معاملات مثلاً شادی بیاہ، لین دین، سیاست، اخلاق اور زندگی کے دیگر مختلف پہلوؤں میں ہم آزاد ہیں کہ جس طرح چاہیں اپنی مرضی سے یا معاشرے میں مروجہ رسم و رواج کے مطابق عمل کریں جو اسلامی تعلیمات اور اسوۂ رسول سے کوسوں دور ہی نہیں بلکہ متصادم بھی ہیں۔ اس جگہ اس امر کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ اسلام دنیا کے معروف معنوں میں کوئی مذہب نہیں بلکہ زندگی گزارنے کا طریقہ کار ہے جس نے مسلمانوں کو زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات کے لیے واضح ہدایات دی ہیں۔ اسی طرح اس میں حضرت محمد ﷺ کے زمانے سے لے کر قیامت تک کے انسانوں کے لیے ان کی جنسی زندگی کے لیے بھی ہدایت و رہنمائی کا اہتمام کیا گیا ہے۔

فعال زندگی اور مداومتِ عمل کا اِسلامی تصور

سید حسیب مصطفیٰ ہمدانی*

زندگی اور موت دو الگ الگ حقیقتوں کے نام ہیں۔ ان کی کیفیات، تقاضے، حصول حتیٰ کہ ہر چیز ایک دوسرے سے جدا بلکہ برعکس ہے۔ زندگی کے لیے عربی میں "حَیَاۃ اور حیوان" کے لفظ استعمال ہوتے ہیں جبکہ لفظ "موت" عربی زبان سے ہی مستعار ہے۔ انگریزی میں ان کا ترجمہ بالترتیب Life اور Death کے الفاظ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اگرچہ مختلف زبانوں میں ان کے لیے الگ الگ الفاظ استعمال کیے ہیں مگر اظہار کی زبان کوئی بھی ہو، حقائق بہر حال یکساں ہی ہوا کرتے ہیں۔

زندگی کا معنی ومفہوم قرآن کی روشنی میں:

"حَیَاۃ" کے معنی کے بیان میں صاحب تاج العروس علامہ مرتضیٰ الزبیدی رقمطراز ہیں: یہ "موت" کی ضد ہے اِسی طرح غم کے رفع ہو جانے کو بھی "حیاۃ" کہا جاتا ہے۔[1] بارش کو "حَی" کہتے ہیں کیونکہ اِس سے زمین کو زندگی ملتی ہے۔[2] اِسی طرح پودا اگر سرسبز ہو تو کہا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے۔

پودوں اور حیوانوں میں نمو پانے کی صلاحیت کو قرآن حکیم زندگی سے تعبیر کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ۚ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ ۝ (اور ہم نے (زمین پر) ہر پیکرِ حیات (کی زندگی) کی نمود پانی سے کی)۔[3] اِسی طرح قرآن کریم نے مسلمان کے لیے حی اور کافر کے لیے حق کا استعمال نہ کرنے کی وجہ سے میت کا لفظ استعمال کیا ہے، فرمان الٰہی ہے۔ أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ ۖ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ۝

(وہ) مردہ ہیں زندہ نہیں اور (انہیں اتنا بھی) شعور نہیں کہ (لوگ) کب اٹھائے جائیں گے۔[4]

ہدایت یافتہ شخص کو "حی" اور گمراہ کو "میت" کا نام دیتے ہوئے فرمایا: لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ۝ "تاکہ وہ اس شخص کو ڈر سنائیں جو زندہ ہو اور کافروں پر فرمانِ حجت ثابت ہو جائے۔"[5]

موت کا معنی ومفہوم قرآن کی روشنی میں:

اِسی طرح لفظ "موت" کے بارے میں علامہ مرتضیٰ الزبیدی فرماتے ہیں: یہ "حیاۃ" کی ضد ہے اور اس کا مجازی معنی "سکون" بھی ہے۔ اور جو ساکن ہو جائے وہ ایسے ہی ہے جیسے مر جائے اِسی طرح جب ہوا چلنا بند ہو جائے تو کہا جاتا ہے: "مَاتَتِ الرِّیحُ" یعنی ہوا پر موت طاری ہو گئی۔ نیند کو بھی حرکت اور عقل کے سکون کی وجہ سے موت سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ اِسی طرح جب شراب اپنا اثر کھو دے، آگ سرد پڑ جائے، پانی زمین میں اتر جائے اور کپڑا پرانا ہو جائے تو ان پر موت کے لفظ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ استعارۃً گمراہی، ذلت، فقر، بدنصیبی، بڑھاپے اور اس جیسی دوسری مذموم کیفیات کے لیے بھی موت ہی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔[6] تمام ائمہ لغت نے موت کے تقریباً یہی یا اس سے ملتے جلتے معانی بیان کیے ہیں۔

قرآن کریم نے موت کو مختلف معانی میں استعمال کیا ہے۔ ان میں سے جانداروں میں نامیاتی مادے کا فقدان، قوت اور حواس کا ختم ہو جانا، جہالت وعدم تعقل اور حزن وملال وغیرہ زیادہ اہم ہیں۔ امام راغب اصفہانی نے موت کے معنی کے بیان میں متعلقہ آیات کو جمع کر دیا ہے۔[7]

موت وحیات کے معانی سے ماخوذ نتائج:

گزشتہ بحث سے زندگی کے بارے میں جو چیز واضح ہوتا ہے وہ سراسر حرکت، تازگی، فعالیت اور احساس وشعور کی بیداری سے عبارت ہے، جب کہ موت کے معانی میں مذکورہ بالا تمام صفات کا فقدان، سکون اور محرومی کا پہلو ابھر کر سامنے آتا ہے گویا قوت زندگی ہے جبکہ بے طاقتی موت؛ تحرک زندگی ہے اور سکون موت؛ احساس زندگی ہے جبکہ بے حسی موت؛ تعقل وتدبر زندگی ہے جبکہ غفلت ولاپرواہی موت۔ اِسی طرح ارتقا زندگی کی علامت ہے جبکہ زوال موت کی؛ فرحت وانبساط زندگی کی علامت ہے تو حزن وملال موت کی۔ بالغرض ہر فعلِ محمود زندگی کا استعارہ جبکہ فعلِ مذموم موت سے عبارت ہے۔

---

* نگران اسلام آباد ماڈل کالج .... اسلام آباد

1 مرتضیٰ الزبیدی، تاج العروس، ص 500-506

2 ابن فارس، مقاییس اللغۃ، ص 122-123

3 الانبیاء، 30

4 النحل، 21

5 سورہ یٰسین، 70

6 مرتضیٰ الزبیدی، تاج العروس

7 راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ص 476

سطور بالا کے مطالعے سے ہمارے سامنے زندگی اور موت کی دو حیثیتیں سامنے آتی ہیں: ایک فکری و نظریاتی اور دوسری جسمانی و عملی۔ اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اس نے دونوں پہلوؤں کا اعتبار کیا ہے اور ان کے مطابق احکام عطا فرمائے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے زندگی کو انسان کے لیے آزمائش قرار دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ (سو کیا تم نے یہ خیال کر لیا تھا کہ ہم نے تمھیں بے کار (بے مقصد) پیدا کیا ہے اور یہ کہ تم ہماری طرف لوٹ کر نہیں آؤ گے؟)[11]

اس آیۂ مبارکہ میں اس تصور کو واضح کیا گیا ہے کہ اے بنی نوعِ انسان! یہ چند روزہ زندگی جو تمھیں عطا کی گئی ہے اسے کہیں غفلت و تساہل کی بھینٹ نہ چڑھا دینا بلکہ اسے غنیمت جانتے ہوئے ان مقاصد کے حصول میں صرف کرنا کہ جن کے لیے تمھیں اس عالمِ ناسوت میں مبعوث کیا گیا۔ یاد رکھنا حیاتِ مستعار کی یہ نعمت تمھارے لیے بے شک انعام بھی ہے اور ایک نتیجہ خیز امتحان بھی ہے۔ یہ ایک ایسا پڑاؤ ہے جس پر اگلی منزل تک پہنچنے کے لیے زادِ راہ اکٹھا کرنا ہے۔ کیوں کہ تمھاری آخری منزل بہرحال وہی ہے جہاں سے تم نے اس سفر کا آغاز کیا تھا۔ تو کہیں اپنے وطنِ اصلی کو بھول نہ جانا!

زندگی نام ہی فعالیت کا ہے

سطور بالا سے جب یہ بات قطعیت کے ساتھ سامنے آ گئی کہ زندگی نام ہی فعالیت، تازگی، تحرک و تقدم اور ارتقا و انقلاب کا ہے۔ تو سوال یہ ابھرتا ہے کہ اس صورت میں زندگی کے ساتھ "فعال" کا سابقہ لگانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سابقہ لگانے کی ضرورت ان لوگوں کی وجہ سے پیش آئی جو عام لوگوں کی طرح چلتے پھرتے ہیں، کھاتے پیتے ہیں، بیش تر معاملات میں اپنے ہم عصروں سے چوکنا اور ہوشیار بھی ہوتے ہیں لیکن اس سب کچھ کے باوجود اگر عقلِ سلیم سے قرآن کے عطا کردہ معیارات کو پیشِ نظر رکھ کر مشاہدہ کیا جائے تو ان پر "زندگی" کا اطلاق دشوار ہوتا ہے۔ وہ لوگ زندہ کہلاتے تو ہیں مگر زندگی کی حقیقت سے نا آشنا اور زندہ کہلانے کے مستحق نہیں ہوتے۔ انھیں لوگوں کو حقیقی زندوں سے الگ کرنے کے لیے اس سابقے کا سہارا لینا پڑا۔ علامہ اقبالؒ کا یہ شعر بھی اسی تصور کی عکاسی کرتا ہے:

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی
روحِ امم کی حیات کشمکشِ انقلاب

فعال زندگی کی ضرورت و اہمیت:

اب سوال یہ ہے کہ فعال اور متحرک زندگی کی ضرورت اور مقصد کیا ہے؟ اللہ تبارک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب آدمِ خاکی کو زمین پر إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً فرما کر اسے کائنات میں اس کے مقام اور ذمہ داریوں سے آگاہ کر دیا۔ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ[14] فرما کر حصولِ نعمت کے لیے تگ و دو کرنا لازمی قرار دے دیا تو فرشتوں کے برخلاف وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ[15] کی صورت میں اچھائی اور برائی کے دونوں راستے دکھا دیے اور بالآخر حقیقی منزل کی طرف حتمی رجوع کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے:

أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ[12] کے فیصلے سے ہر دم رواں دواں رہنے کے تصور اور زادِ سفر کی تیاری کا پروانہ بھی عطا فرما دیا۔

ربِ قدوس نے اس امتحان گاہ کے تمام باسیوں کے لیے یکساں اصول عطا فرمائے کہ جس نے اس چند روزہ دنیوی زندگی میں سعی و کاوش اور جہدِ مسلسل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اسے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ[13] کی بشارت دی جائے گی اور جو لوگ اس متاعِ حیات کو سستی اور کاہلی کے میں گزار دیں گے انھیں جہاں دنیوی زندگی خسارہ آ گھیرے گا وہیں آخرت کی نہ ختم ہونے والی رسوائی اور ہلاکت بھی ان کا مقدر ہو گی۔

اب جبکہ یہ بات ثابت ہو گئی کہ زندگی نام ہی ریاضت، جاں فشانی اور تحرک و تموّج کا ہے تو دوسرا سوال یہ جنم لیتا ہے کہ "زندگی گزارنے کا صحیح ڈھب کیا ہے؟" بلاشبہ یہ تاریخِ انسانی کا سب سے قدیم اور اہم ترین سوال رہا ہے۔ ہر ذی شعور نے اپنے تئیں بساط بھر اس کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کی مگر سب ناتمام۔ اور جواب ملتا بھی تو کیسے؟ کیونکہ وہ زندگی کے خالق بھی تو نہیں تھے کہ اس کی ابتدا و انتہا اور غایت و مدعا کو ٹھیک ٹھیک بتاتے، تو وہ کہ جو اس کارخانے کا موجد ہو یا اس کا ہم راز۔ تو اس متاعِ حیات کا موجد اللہ تبارک وتعالیٰ ہے جو قرآن کی صورت میں خلق سے ہم کلام ہوتا ہے یا اس کی وہ برگزیدہ ہستیاں ہیں جو اس

11 المؤمنون: 115

البقرہ 2: 30

14 الأعراف: 10

15 البلد: 10

12 المؤمنون: 115

13 الأحقاف: 13

کی ہم رقہ ہیں جنہیں کائنات انسانی انبیاء و رسل کے نام سے جانتی اور مانتی چلی آئی ہے۔ ان برگزیدہ ہستیوں نے نہ صرف یہ کہ رازِ حیات کو پا لیا بلکہ اُس گوہر سے دوسروں کو بھی آشنا کرایا۔ سو اس مضمون میں ہم جہاں خالقِ کائنات کے اس پیغام سے زندگی کا ایک منظر پیش کرنے کی کوشش کریں گے وہیں ان دانائے راز ہستیوں کی حیاتِ مبارکہ کا بھی جائزہ لیں گے کہ جو اس عالمِ رنگ و بو میں مینارۂ نور بن کر جگمگا رہی ہیں۔

فعال زندگی کا قرآنی تصور

قرآن جو سراسر کتابِ ہدایت ہے، اُس نے حیاتِ انسانی کے کچھ اصول اور ضابطے عطا کیے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب انسان کو زمین پر اتارا تو جنت کے برخلاف اُسے اپنی ضروریاتِ حیات کی تکمیل کے لیے خود تگ و دو کرنے کا حکم دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿﴾[14] "اور بے شک ہم نے تم کو زمین میں تمکن و تصرف عطا کیا اور ہم نے اس میں تمہارے لیے اسبابِ معیشت پیدا کیے"

اسی طرح اگر ہم قوموں کے عروج و زوال کی تاریخ کو دیکھیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جو قوم ترقی، بقا اور استحکام کے لیے جتنی کوشاں رہی اتنا ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُسے وقار و تمکنت سے نوازا۔ اسی کی طرف اس آیہ مبارکہ میں ارشاد کیا گیا ہے: ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ[15]

"یہ (عذاب) اس وجہ سے ہے کہ اللہ کسی نعمت کو ہرگز بدلنے والا نہیں جو اس نے کسی قوم پر ارزانی فرمائی ہو یہاں تک کہ وہ لوگ از خود اپنی حالتِ نعمت کو بدل دیں"

کارگاہِ حیات میں کچھ اُمور انسان انفرادی طور جبکہ کچھ معاشرے کے دیگر افراد سے مل کے سرانجام دیتا ہے۔ انفرادی و اجتماعی اُمور میں سے ہر ایک کی اپنی جگہ اہمیت ہے۔ اقبال نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا:

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

قرآن نے انسانی زندگی کی ان دونوں حیثیتوں کو ایڈریس کرتے ہوئے ہدایات عطا فرمائیں۔ ایک مقام پر ارشاد فرمایا: إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ ﴿﴾[16] "بے شک تمہاری کوشش مختلف (اور جداگانہ) ہے"

اسی طرح فرمایا: وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿﴾[17] "اور یہ کہ انسان کو (عدل میں) وہی کچھ ملے گا جس کی اس نے کوشش کی ہو گی (رہا فضل اس پر کسی کا حق نہیں وہ محض اللہ کی عطاء و رضا ہے جس پر جتنا چاہے کر دے)"

ہمہ وقت مجاہدانہ زندگی بسر کرنے والوں کو ثمرات سے نوازے جانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ ﴿﴾[18]

"تو ہم عنقریب اسے آسانی (یعنی رضائے الٰہی) کے لیے سہولت فراہم کر دیں گے"

اسی طرح قرآنِ حکیم میں جہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے صاحبانِ ایمان کا تذکرہ کرتے ہوئے انہیں "الَّذِينَ آمَنُوا" کے حسین لقب سے پکارا وہاں ساتھ ہی "عَمِلُوا الصَّالِحَاتِ" فرما کر عمل کی شرط بھی ساتھ لگائی۔ کیونکہ ایمان اسی وقت کامل تصور ہو گا جب کہ عملِ پیہم بھی ساتھ ہو۔ اسی طرح سورہ والعصر میں جہاں انسان کو خائب و خاسر ٹھہرایا وہاں پر ساتھ ہی اُن لوگوں کو خسارے سے محفوظ و مامون قرار دیا کہ جو ایمان اور عملِ صالح سے آگے بڑھ کر دوسروں کو بھی حق اور صبر کی طرف راغب کرنے والے ہوں گے۔

سورۂ حشر میں اللہ رب العزت مومنین کو آنے والے کل کے لیے تیاری کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کل سے مراد کیا صرف قیامت ہی کی تیاری ہے یا آنے والے کل کے لیے منصوبہ بندی کا درس بھی اس آیت سے ملتا ہے؟ تو یقیناً موخر الذکر رائے زیادہ راجح ہے۔ تو جسے کل کی فکر ہو، بھلا اُس کا آج کس طرح سستی و کاہلی کا شکار ہو سکتا ہے؟ اور جس کی زندگی ہو ہی کل کی تیاری کا مشغلہ، اُس کا آج آرام و سکون سے کیسے گزر سکتا ہے؟ بھلا وہ کسان جو بوائی کا سیزن تو بغیر کوئی کام کیے گزار دے، وہ کس فصل کے منافع کی اُمید لگا سکتا ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس دنیا کو بھی آخرت کی کھیتی قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: الدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ۔ یعنی دنیا کی زندگی فصل بونے کا سیزن ہے۔ جس نے جو بویا وہی آنے والی زندگی میں اُسے کام آئے گا۔ ـــ (جاری ہے)

14۔ الاعراف: 10

15۔ الانفال: 53

16۔ اللیل: 4

17۔ النجم: 39

18۔ اللیل: 7

رشوت: نظام مملکت کی تباہی کا بنیادی سبب

حافظ سیف الاسلام☆

انسانی سوسائٹی کے مہلک امراض میں سے بدترین مہلک مرض رشوت ہے جو معاشرے کی رگوں کے اندر زہریلے خون کی طرح سرایت کرکے پورے نظامِ انسانیت کو کھوکھلا اور تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ یہی وہ خطرناک چیز ہے جو جابر و ظالم کو پناہ دیتی ہے اور مظلوم کو جبراً ظلم برداشت کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

رشوت رشا سے ہے جس کے معنی ڈول کی رسی کے آتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں "ارشت الدلو" ڈول میں رسی لگائی۔ ابن اعرابی فرماتے ہیں "ارشی الرجل" وحشی کے بچے کی سرین کو کھجایا تاکہ وہ تیز دوڑے۔ وحشی کے بچے کو رشی بھی کہا جاتا ہے لیث ؒ فرماتے ہیں رشو یعنی رشوت کا فعل اور مراشاۃ ایک دوسرے کی مدد کرنا اور فیصلے میں انصاف سے ہٹ کر مائل ہونا۔

گزشتہ سطروں میں جو لغوی معنی اور اصطلاحی تعریف تحریر کی گئی ان کا آپس میں ربط صاف اور واضح نظر آتا ہے کیونکہ رشوت اسی لیے دی جاتی ہے تاکہ مفاد اور مقتدروں کی خاطر فیصلے میں حق وانصاف سے گریز کیا جائے۔ رشوت ڈول اور رسی کی طرح ہوتی ہے راشی (رشوت دینے والا) اور مرتشی (رشوت لینے والا) کے درمیان ایک جوڑ کا کام دیتی ہے اور اسی طرح سے وحشی کے بچے کو تیز دوڑانے کے لیے اس کی پشت پر کھجلی کی جاتی ہے بالکل اسی طرح سے رشوت لینے والے کو اس لیے رشوت دی جاتی ہے تاکہ وہ مطلوبہ کام پوری طرح اور تیزی کے ساتھ انجام دے سکے۔

رشوت کینسر کی طرح ایک خطرناک مرض ہے جس کی جڑیں سماج میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ کبھی یہ نقد روپیہ کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے کبھی ہدیہ، تحفہ اور سفارش کی شکل میں کبھی نفع میں حصہ دار بن کر کبھی کسی کو منصب و ملازمت دے کر کبھی جنسی لذت حاصل کرکے اور کبھی مرغوب کھانوں اور پرتکلف دعوتوں کے ذریعہ پیٹ کی خواہش پوری کرکے اپنا وجود برقرار رکھتی ہے۔ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھایا کرو" (النساء: ۲۹)

قومی امانت میں سب سے بڑی خیانت رشوت ہے، صدر ہو یا وزیر اعظم، جج ہو یا قاضی، گورنر ہو یا وزیر اعلیٰ، سیکرٹری ہو یا کلرک غرض کوئی بھی عہدہ دار ہو اسی طرح عدالتی نظام ہو یا دفتری کارروائی محکمہ پولیس ہو یا دفتر قضاء سب کے سب قوم وملت کی امانت ہیں۔ جب تک یہ قانون، اخلاق، حق وانصاف کے بے لاگ اور بے غرض محافظ رہیں گے انسانیت عدل وانصاف اور رحمت وراحت سے مالامال رہے گی لوگ سکھ وچین کی زندگی بسر کریں گے حق دار کو اس کا حق ملے گا لیکن اگر رشوت کا زہر مشروب بن کر انسانیت ومعاشرے کے یہ محافظ اپنی اصل ذمہ داریاں بھول جائیں اور عدل وانصاف کو بالائے طاق رکھ کر مست ہو جائیں تو نظامِ مملکت کی تباہی روزِ روشن کی طرح عیاں ہے اس بارے میں ارشاد ربانی ہے "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی امانت میں خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو اور تم (خیانت کے وبال سے) واقف ہو" (الانفال: ۲۷)

ناحق طریقے سے مال ہتھیانے کے بہت سے طریقے ہمارے ہاں رائج ہیں مثلاً کسی شخص کے مال پر جھوٹا دعویٰ کر دینا، کسی کا مال غصب کر لینا، لوٹ لینا، چھین لینا، خیانت کر لینا، جوئے سے جیت لینا، سود، رشوت، زنا کی اجرت، گانے کی اجرت، جھوٹی گواہی دے کر مال حاصل کرنا اور کاہن (نجومی) کا مال لینا یہ سب ناحق طریقے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے "اور ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھاؤ اور ان (اموال) کو حاکموں تک (رشوت کے طور پر) نہ پہنچاؤ تاکہ تم لوگوں کے مال کا کچھ حصہ جان بوجھ کر ناجائز طور پر کھا جاؤ"

(سورہ بقرہ ۱۸۸)

یہ آیت مبارکہ مختلف پہلوؤں سے رشوت پر روشنی ڈالتی ہے دوسروں کے حقوق ہڑپ کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ چنانچہ یہاں دوسروں کا مال

☆ ریسرچ سکالر محسن قرآن فاؤنڈیشن

ناجائز طریقہ سے کمانے کی ممانعت کے بعد خاص طور پر اسی چیز کا ذکر کیا گیا ہے اس کی وجہ صاف ہے کہ قانون جو لوگوں کے حقوق کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اس کی افادیت کا تمام تر انحصار حکام کی راست روی اور دیانت داری پر ہے وہی قانون کے اصلی محافظ ہیں۔ اگر ان کو اس ذریعہ سے بددیانت بنا دیا جائے تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ اب حقوق "بکاؤ مال" ہیں جس کے پاس پیسے ہوں وہ ان کو خرید سکتا ہے۔ رشوت وہ کارگر حربہ ہے جس کے ذریعہ حکام کو بددیانت بنا دیا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد)

ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف مال منتقل ہونے کی ممکنہ صورتیں جائز ہیں ہبہ، عطیہ، آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت، باہمی قرارداد سے خدمت کا معاوضہ۔ میراث جو قرآن و حدیث کے مطابق منتقل ہو ان کے سوا انتقال ملکیت کی جتنی بھی صورتیں ہیں وہ حرام ہیں۔ (تفہیم الاحادیث)

ہمارے آج کے دور میں رشوت کا دائرہ کار خوب وسیع ہو چکا بعض ملازمین تو ذاتی تنخواہوں سے کہیں زیادہ رشوت سے کما لیتے ہیں۔ بڑی بڑی کمپنیوں کے بجٹ میں بند لفافوں میں دیئے گئے نذرانوں کی مستقل مدات ہوتی ہے بیشتر امور معاملات رشوت کے لین دین سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ امور ملازمین کی تباہی اور بربادی کا ایک بڑا محرک بن چکا ہے، اچھی سروس اسے نصیب ہوتی ہے جو کسی اہلکار کی مٹھی گرم کر دے اور جو ایسا نہ کر سکے یا نہ کرے وہ اچھی سروس سے یکسر محروم رہتا ہے، اس کا کیس موخر کر دیا جاتا ہے یا بالکل ہی سرد خانہ میں ڈال دیا جاتا ہے جب کہ رشوت کے ذریعے سے معاملات کو چلانے والے ان سے کہیں بعد میں کیس لے کر آتے ہیں اور بہت پہلے فارغ ہو کر چلے جاتے ہیں۔ یہ رشوت ہی کا کمال ہے کہ بہت سا سرمایہ جو کہ قوم کا ٹیکس یعنی ویلفیئر کا حق ہوتا ہے وہ مکمل یا جزی طور پر ساحر اس کے نمائندوں کی جیبوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے اس قسم کے ظالم لوگوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دھتکار دیا جانا کچھ بعید یا تعجب خیز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ اپنی لعنتیں برسائے"۔

(ابن ماجہ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے روز محشر میں کوئی بندہ اپنی جگہ سے اس وقت تک نہ ہل سکے گا جب تک اس سے چار سوالوں کا جواب نہ لے لیا جائے اپنی عمر کس کام میں فنا کی، اپنی جوانی کس شغل میں صرف کی، اپنا مال کہاں سے کمایا کہاں خرچ کیا اور اپنے علم پر کہاں تک عمل کیا۔ (بیہقی)

ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہیں تو وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے اور وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنا لے۔ (مسلم) ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے جھوٹی قسم کھائی جس کے ذریعے کسی مسلمان کا مال اپنے حق میں کر لینا چاہتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے اس حال میں ملاقات کریں گے کہ خدا تعالیٰ اس پر غصہ ہوں گے (بخاری)

صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نجات تین چیزوں میں منحصر ہے حلال کھانا، فرائض ادا کرنا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرنا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار خصلتیں ایسی ہیں جب وہ تمہارے اندر موجود ہوں تو پھر دنیا میں اور کچھ بھی حاصل نہ ہو تو یہ تمہارے لیے کافی ہیں۔ امانت کی حفاظت، سچ بولنا، حسن خلق اور کھانے میں حلال کا اہتمام کرنا۔ (معارف القرآن)

رشوت دینے اور لینے والے کے درمیان بعض دفعہ کوئی تیسرا شخص کردار ادا کرتا ہے اسے رائش (رشوت کی دلالی کرنے والا) کہا جاتا ہے وہ ایک شخص کے پاس جا کر اس سے رشوت کے ریٹ اور رقم بڑھانے پر زور دیتا ہے اور دوسرے کے پاس جا کر رقم کم کراتا ہے گویا راشی اور مرتشی کے مابین معاملات طے کروانے کے لیے اپنی خدمات پیش کرتا ہے ایسا شخص بھی ملعون ہے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے راشی، مرتشی اور رائش پر لعنت فرمائی ہے"۔ اسی لعنت

فرمانے کی وجہ تو بالکل واضح ہے کیوں کہ یہ وہ شخص ہے جو کوئلہ کی دلالی میں ہاتھ کالے کر رہا ہے ایک آدمی کو باطل ہضم کرنے کے لیے اکسا رہا ہے اور دوسرے کو غلط کام کرنے کی ترغیب دے رہا ہے، بالفاظ دیگر دو فریق اور حرام کام میں دو فریقوں کے درمیان سفیر کی حیثیت رکھتا ہے گویا وہ بھی شریک جرم نافرمانی اور معصیت میں برابر کا مجرم ہے۔

دور حاضر میں بعض لوگ کھل کر رشوت لینے سے بچتے ہیں اس کی بجائے وہ چاہتے ہیں کہ انہیں کسی اور طریقے سے فائدہ پہنچایا جائے اس میں کوئی شک نہیں یہ بھی رشوت ہے یہ اسی قسم کا حیلہ ہے جیسے یہودیوں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے حرام کی گئی چربی کو اپنی دانست میں حلال کرنے کے لیے اسے پگھلا لیا تھا۔ آج بعض اداروں میں ایسے ملازمین بکثرت ملتے ہیں جب تک ان کی کوئی خدمت نہ کر دی جائے یا اس کے مفاد کے سلسلے میں کوئی کام انجام نہ دیا جائے تو وہ اس وقت تک کام پورا نہیں کرتے تو از روئے حکم ان کا شمار بھی رشوت خور میں ہوگا۔ اس لیے کہ ہر آدمی کو اپنی ذمہ داری اور فرض منصبی کے لحاظ سے اپنی ڈیوٹی انجام دینی چاہیے اس کے عوض کسی خدمت یا مفاد کا دل میں خیال نہیں رہنا چاہیے۔

رشوت ایک حرام چیز ہے اور اس کی نحوست بہت زیادہ ہے اس بارے حبیب کبریا ﷺ کے متعدد اقوال مبارکہ ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جو بھی کوئی بندہ حرام مال سے کسب کرے گا پھر اس میں سے صدقہ کرے تو وہ قبول نہ ہوگا۔ اس میں سے خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی اور جو اپنے پیچھے چھوڑ کر جائے گا تو وہ اس کے دوزخ میں جانے کا ذریعہ ہوگا۔ بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی کے ذریعے نہیں مٹاتے لیکن برائی کو نیکی کے ذریعے مٹاتے ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں وہ جسم داخل نہ ہوگا جس کو حرام سے غذا دی گئی ہو۔ (مشکوٰۃ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لیے یہ دعا فرما دیجیے کہ میں مستجاب الدعوات ہو جاؤں (جو دعا کروں وہ قبول ہوا کرے) آپ ﷺ نے فرمایا اے سعد اپنا کھانا حلال اور پاک بنا لو مستجاب الدعوات ہو جاؤ گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے بندہ جب اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس روز تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس شخص کا گوشت حرام مال سے بنا ہو اس گوشت کے لیے جہنم کی آگ ہی لائق ہے۔ (معارف القرآن)

حرام مال (سود، رشوت) سے توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ جو پیسہ ناجائز طریقے سے کمایا ہے وہ صاحب حق کو واپس کیا جائے یا اس سے معاف کرایا جائے اگر وہ شخص تلاش کرنے سے بھی نہ مل سکے تو اس کی طرف سے خیرات کیا جائے اور وہ مال ایسے مصرف میں خرچ کیا جائے جس میں اسلام و مسلمان کا فائدہ ہو۔ اگر کسی بندہ کی کل آمدنی ہی حرام کی ہو تو سب کا خیرات کرنا واجب و فرض ہے سوائے ستر عورت (پردہ کی جگہ) کے کپڑے کے کسی شے کا بھی اپنی ملک میں رکھنا جائز نہیں ہے۔ (قرطبی)

رشوت کی گرم بازاری میں سب سے زیادہ موثر عامل خود معاشرہ ہے جب لوگوں میں دوسروں کے حقوق ہڑپ کرنے کا رجحان پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنی غرض پوری کرنے کے لیے رشوت کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اس طرح سے حکام کے منہ کو خون لگا دیتے ہیں پھر جب ان کے منہ کو رشوت کا خون لگ جاتا ہے تو وہ اس کے ایسے رسیا ہو جاتے ہیں کہ رشوت لیے بغیر لوگوں کو خود ان کے واجبی حقوق بھی نہیں دیتے اس وجہ سے اسلام نے سب سے پہلے خود معاشرے کو یہ راہ اختیار کرنے سے روکا ہے کہ اپنے ہی بہرہ وروں کو خود اپنی ہی بد آموزی سے بے درد نہ بناؤ اور اس حد میں اتنی احتیاط برتی ہے کہ حکام کو تحفے اور ہدیے پیش کرنے اور ان کے لیے ان کے قبول کرنے کو بھی، جیسا کہ احادیث سے واضح ہے پسند نہیں کیا اس لیے کہ یہ بھی رشوت کا ایک چور دروازہ ہے، رشوت کا گناہ ہونا ایک ایسی واضح حقیقت ہے کہ اس کو سب جانتے ہیں عقل اس کی گواہ ہے، فطرت انسانی اس کی شاہد ہے، دنیا کا معروف اس پر حجت ہے اور تمام مذاہب و ادیان اس کی حرمت پر متفق ہیں۔

ایمان کی دشمن ہے تو اخلاق کی رہزن
ہر جوہر قابل کو مٹا دیتی ہے رشوت
انسان کو بنا دیتی ہے دولت کا پجاری
اللہ کے رستے سے ہٹا دیتی ہے رشوت

اسلام کا بڑھتا رجحان

عطاء اللہ کوہستانی

"میں یونی ورسٹی میں مسلمان طلبہ کو دیکھ کر ان کی زندگی میں ایک قسم کا چین وسکون محسوس کرتی تھی، جبکہ مجھے ہر وقت عجیب طرح کی پریشانی، دکھ اور انجانا سا خوف محسوس ہوتا، حالانکہ دنیا کی ہر سہولت مجھے میسر تھی، ایک خوشحال اور پر لطف زندگی کے تمام مادی اسباب ہونے کے باوجود نہ جانے کیوں زندگی انتہائی پھیکی اور بے مزہ سی لگ رہی تھی، کوئی خلش تھی جو مجھے بے چین کیے رکھتی تھی، زندگی میں ایک خلا تھا، ایک تشنگی تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی، بہت عرصے تک اس تلاش و جستجو میں تھی کہ آخر ایسا کیوں ہے؟ مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آخر کار میں نتیجے پر پہنچ گئی، مجھے میرے درد کا علاج مل گیا، مجھے محسوس ہوا کہ اسلام کی فطری تعلیمات میں ہی میرے مسائل کا حل موجود ہے، میں جس چیز کی متلاشی ہوں وہ اسلام ہی ہے"۔ یہ تھے ایک نومسلمہ خاتون کے تاثرات۔

حالیہ چند برسوں میں خصوصاً نائن الیون کے بعد پوری دنیا میں اسلام کو شدید تنقید کا سامنا ہے، ہر فورم پر اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے اور دہشت گردی کے تمام واقعات کا سرا اسلام سے جوڑا جا رہا ہے، اسلام مخالف وائرس کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ گزشتہ پانچ برس میں شائع ہونے والے لٹریچر کا 32 فیصد اسلام مخالف مواد پر مبنی ہے۔ لیکن حیرت انگیز امر یہ ہے کہ اس کے باوجود اسلام دنیا بھر میں بہت تیزی سے پھیل رہا ہے، دشمنوں کے تمام دجالی حربوں کے باوجود اسلام کے پھیلتے دائرہ کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ مغربی خاتون صحافی اوریانہ فلاسی کہتی ہیں کہ آنے والے بیس سالوں میں پورے یورپ کے کم از کم چھ بڑے شہر اسلام کی کالونی بن جائیں گے، کیونکہ ان شہروں میں مسلمان کل آبادی کا تیس سے چالیس فیصد تک ہو جائیں گے۔

عرب خبر رساں ادارے الجزیرہ کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق گزشتہ نو برس میں تیس ہزار برطانوی شہریوں نے اسلام قبول کیا جبکہ صرف گزشتہ برس پانچ ہزار دو سو افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ رپورٹ میں ایک سروے کے نتیجے میں سامنے آنے والی معلومات کی بنیاد پر کہا گیا کہ برطانیہ میں ہر سال تقریباً پانچ ہزار افراد اسلام قبول کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ جرمنی اور فرانس میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد سالانہ چار ہزار بتائی جاتی ہے۔ جبکہ انڈیا اور پاکستان میں بھی یک مختلف مذاہب کے پیروکار جوق درجوق اسلام کے دامن رحمت میں آ رہے ہیں۔

آپ کو یہ جان کر یقیناً حیرت ہوگی کہ اسلام قبول کرنے والوں میں بڑی تعداد عورتوں کی ہے، جس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ امریکا میں گر چار افراد اسلام قبول کرتے ہیں تو ان میں تین خواتین ہوتی ہیں، اور روس کے دارالحکومت ماسکو میں صرف ایک مرکز میں اسلام قبول کرنے والی دس ہزار خواتین نے رجسٹریشن کروائی جبکہ اس وقت وہاں مسلمانوں کی تعداد بیس لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے، یہی حال دیگر یورپی ممالک کا بھی ہے، حالانکہ اسلام کے خلاف دجل وکذب کی تاریخ رکھنے والا، نام نہاد حقوق نسواں کا علمبردار، مغربی میڈیا اسلام کے خلاف بھرپور انداز میں اس بات کا پروپیگنڈہ کرتا ہے کہ اسلام خواتین کے حقوق اور ان کی آزادی کا دشمن ہے، انہیں گھروں میں مقید رکھنا چاہتا ہے اور مردوں کے مساوی حقوق سے محروم رکھتا ہے لیکن "آواز سگاں کم نہ کند رزق گدا را" کے مصداق جس قدر سگان مغرب کا بے ہودہ پروپیگنڈہ بڑھتا جا رہا ہے اس سے کہیں زیادہ تیزی سے اسلام پوری دنیا میں اور خاص کر مغربی حلقوں میں پھیل رہا ہے۔ عورتوں میں مردوں کے مقابلے میں قبول اسلام کے رجحان میں زیادتی بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام ان کے حقوق کا مخالف نہیں بلکہ پرزور حامی ہے۔

"Why Islam is our only Choice" نامی کتاب جو اسلام قبول کرنے والوں کے خیالات پر مشتمل ہے، اس میں کم از کم پچاس نومسلم خواتین کے اعترافات جمع کیے گئے ہیں، جنہوں نے محض اس لیے اسلام قبول کیا کہ اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا مذہب ایسا نہیں، جس نے خواتین کو اتنے حقوق دیے ہوں، یہ اعترافی بیانات اور اس

کے علاوہ نو مسلم خواتین کی روز افزوں تعداد مغرب کے جھوٹے پروپیگنڈوں کی قلعی کھول رہی ہیں۔

اس مقام پر یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اسلام قبول کرنے والوں میں زیادہ تر لوگ تیس سے پچاس برس کے ہیں یعنی وہ عمر ہے کہ جس میں انسان سوچ سمجھ کر فیصلہ کرتا ہے کیونکہ اس عمر میں انسان کی قوت ارادی مضبوط ہوتی ہے اور ایسے لوگ اپنے فیصلے پر اٹل رہتے ہیں اور ماں باپ یا معاشرے کا دباؤ بھی قبول نہیں کرتے۔

ایک اور خوش کن امر یہ ہے کہ سواسک فاونڈیشن کی رپورٹ کے مطابق اسلام قبول کرنے والوں میں اکثریت نوجوانوں اور طلبہ کی ہے، جس سے اس تاثر کی بھی نفی ہو جاتی ہے کہ اسلام اس موجودہ دور کے اعتبار سے ایک مشکل اور ناقابل عمل دین ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو نوجوان خاص کر طلبا ،اور پڑھا لکھا طبقہ اس تیزی سے اسلام قبول نہ کرتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو عقل انسانی اور فطرت کے عین مطابق اس کی راہنمائی کرتا ہے، اور جس نے بھی تعصب سے ہٹ کر اور انصاف کی نظر سے اسلام کا مطالعہ کیا وہ اسلام کی حقانیت اور معقولیت تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ نو مسلم بے ام زی کہتے ہیں کہ حسن اور حکمت سے بھرپور کتاب قرآن کریم کو غور و فکر سے پڑھنے والا کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ آج تک انسان ایسی تحریر نہیں لکھ سکا جو اس کے حسن، فلسفہ اور سادگی کی برابری کرسکے۔ تلاوت شروع کرنے کے بعد قرآن کریم کا مطالعہ ترک کر دینا کسی بھی مسلمان کے لئے ناممکن ہے کیونکہ یہ کتاب دلوں میں ولولہ پیدا کرنے والی ہے، اور اس میں حق کے سوا کچھ بھی شامل نہیں۔

برطانیہ کے رہنے والے سلیم آرڈی گرسے کہتے ہیں کہ جب میں نے اسلام کا مطالعہ کیا تو اس کی ہر بات مجھے اپنے خیالات کے مطابق محسوس ہوئی اور حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات میں مجھے میرے تمام مسائل کا حل مل گیا، اور امریکا کے سیف الدین ڈرک والٹر کہتے ہیں قرآن کریم کے مطالعہ سے قبل اسلام کے بارے میں میری رائے اچھی نہ تھی، میں نے تجسس کی بنا پر اس مقدس کتاب کا مطالعہ شروع کیا، یہ دلی سے یہ سمجھ کر کھولا کہ اس میں مجھے سنگین غلطیاں، کلمات کفر، توہمات اور تضادات نظر آئیں گے، میں نے دل میں نہ چاہتے ہوئے بھی ایک سورت کا مطالعہ شروع کیا، پھر دل میں شوق پیدا ہوا اور آخر کار تشنگی کے لئے زبردست پیاس جاگ اٹھی، پھر میری زندگی کا وہ اہم ترین لمحہ آیا، جس میں اللہ تعالٰی نے مجھے ہدایت سے نوازا، قرآن کریم کے مقدس صفحات میں مجھے اپنے تمام تر مسائل کا حل، تمام ضروریات کی تکمیل اور تمام شبہات کا ازالہ ہو گیا۔ انگلی کے اکاؤنٹنٹ ایڈورڈ جیورجیا کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں وہ سب کچھ موجود ہے جو انسان کو اپنی روح کی بالیدگی کے لئے چاہیے۔ یقیناً آپ نے گزشتہ دنوں میڈیا پر برطانوی وزیر اعظم کی نسبتی ہمشیرہ کے قبول اسلام کی خبر دیکھی یا پڑھی ہوگی اس کے علاوہ عراق کے اسلحہ کمیٹی کے ممبر میں "رڈ اسکاٹ ہنٹس" کے بیٹے اور بیٹی قبول اسلام کی خبر بھی آپ کی نظر سے گزری ہوگی جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام نہ صرف متوسط طبقہ بلکہ سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی اعتبار سے ترقی یافتہ طبقے میں بھی بڑی سرعت سے پھیل رہا ہے۔

ان میں حالات جب اسلام کی آفاقی، ابدی اور فطری تعلیمات کو دیکھ کر اور ان سے متاثر ہوکر غیر مسلم جتھہ جوق درجوق آغوش اسلام میں آرہے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلام کو اپنی عملی زندگیوں میں بھرپور انداز میں نافذ کریں، متلاشیان حق کے لیے بہترین نمونہ بنیں تاکہ ہماری ذات کفر کی تاریکیوں میں بھٹکنے والوں کے لیے مشعل راہ اور شمع ہدایت بنے ،ایسا نہ ہو کہ ہم خود ایسی اخلاقی بیماریوں میں مبتلا ہوں کہ گمراہی کا سبب بنیں۔ دوسرا قابل توجہ امر یہ ہے کہ ایک غیر مسلم ایمان لا کر بہت بڑی قربانی دیتا ہے اور بظاہر اپنے لیے خطرات کا سودا کرلیتاہے اور اسے معاشرے میں بہت سی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے خاص کر ملک پاکستان میں جس طرح ایک نومسلم کو پریشان و ہراساں کیا جاتا ہے اور اس کو دوبارہ مرتد بنانے کے لیے طاغوت کے چیلے جو شرمناک حربے استعمال کرتے ہیں وہ انتہائی قابل مذمت ہیں۔ ہنود ویہود کی خوشی کے لیے ہمارے عوامی نمائندے اور سیاسی لیڈران اور شاہ سے بڑھ کر شاہ کی وفاداری کا ثبوت دینے کے لیے ہمارا سیکولر، سیاسی اور متعصب ہندو طبقہ اقلیتوں میں قبول اسلام کے اس رجحان کو روکنے کے لیے تمام تر حربے آزما رہا ہے، اور جاہل میڈیا ان کا جس طرح آلہ کار بن کر حقائق کو مسخ کرکے پیش کر رہا ہے اس پر عوامی حلقوں کی مجرمانہ خاموشی اس سے بڑھ کر قابل مذمت ہے۔

ضرورت سٹاف
ایک اسلامک ریسرچ فاؤنڈیشن کو لاہور آفس کے لیے درج ذیل سٹاف کی ضرورت ہے۔
عہدہ
قابلیت
.1
مدرس درس نظامی
تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ/نعیمیہ وغیرہ سے 5 تا 7 سال قبل فاضل۔
کورس پڑھانے کا کم از کم 5 سال کا تجربہ۔
انٹرمیڈیٹ/گریجوایٹ کو ترجیح دی جائے گی۔
.2
Urdu to English Translator
Male/Female, who has the ability to translate Urdu into English and having Minimum of 5 years of experience in translation, proofreading and editing of various documents will be preferred.
.3
کمپوزر/ڈیزائنر
اردو رنگین میگزین بنانے کا تجربہ رکھتا ہو۔
اگر آپ خود کو اہل سمجھتے ہیں تو اپنا CV ذیل کے پتہ پر روانہ کریں۔
499 بلاک بی جوہر ٹاؤن لاہور۔ ای میل: m.qf@live.com
فون نمبر 04235179202 موبائل 0300-94-85-866

وسوسوں کا کیا کیا جائے؟

حسین الرحمن

شیطان اور نفس انسان کے دو بڑے دشمن ہیں لیکن نفس پھر شیطان سے بھی خطرناک دشمن ہے۔ طرح طرح کے ہتھکنڈوں سے شیطان انسان کو گمراہ کرتا ہے اس کی چالیں ایسی دل فریب اور دل کش ہوتی ہیں کہ آدمی بآسانی اس میں پھنس جاتا ہے صرف شیطان کا انسان کو گمراہ کرنا آسان نہیں، نفس کا بھی اس میں دخل ہے۔ اگر انسان اپنے نفس کو قابو میں رکھے، تو شیطان اس کے قریب بھی نہیں آ کر وقت کا ضیاع ہے اس پر محنت کرنا اور اپنے چیلوں کو بھی حکم کر دیتا ہے کہ اس کے قریب جا کر وقت ضائع نہ کرو۔

شیطان انسان کو ورغلانے کے بہت سے طریقے اپناتا ہے جیسے کہ ایک بندہ نماز پڑھتا ہے تو شیطان اس پر پورا زور لگاتا ہے کہ یہ نماز نہ پڑھے یا نماز پڑھے مگر باجماعت نہ پڑھے، جب وہ استنجا کرتا ہے تو استنجا کرنے کے بعد شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ آپ سے پیشاب کے قطرے بہہ رہے ہیں، آپ کے کپڑے ناپاک ہو گئے ہیں وغیرہ، تو اس صورت میں اس کا علاج یہ ہے کہ استنجا کے بعد اپنے کپڑوں پر ہلکا سا چھڑکاؤ کر لیں۔ اس چھڑکاؤ کی وجہ سے اگر کوئی قطرہ ہو گا بھی تو وہ ٹھنڈک کی وجہ سے رک جائے گا اور ان وساوس کی طرف دھیان نہ دے اور نماز وغیرہ پڑھ لیں کیونکہ اگر ان کی طرف توجہ کرو گے تو شک کی بیماری پیدا ہونے کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے نیز، اس مسئلے کے بارے میں کہتے ہیں کہ بندہ نماز پڑھتے اور وساوس کی طرف کوئی توجہ نہ دے، ان کی نماز ہو جائے گی۔ جب یہ شخص شیطان کے اس چال سے بچ کر وضو کرنے لگتا ہے تو اسے شک میں مبتلا کر دیتا ہے تاکہ نماز سے دیر ہو جائے، کبھی کہتا ہے ہاتھ صحیح نہیں دھوئے، کبھی کہتا ہے کہ پاؤں سوکھے رہ گئے ہیں وغیرہ۔ جب یہ شخص اس چال سے بھی بچ جاتا ہے تو نماز پڑھنے کے دوران اس کے خیالات میں داخل ہو جاتا ہے اور طرح طرح کے خیالات اس کے ذہن لاتا رہتا ہے، کبھی کبھار انسان کی بھولی ہوئی چیز یا کام بھی اسے یاد دلاتا ہے تاکہ یہ شخص صحیح طریقے سے نماز نہ پڑھ سکے۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے ایک جگہ اپنا پیسہ دفن کیا تھا مگر مجھے ابھی وہ یاد نہیں آ رہا کہ کہاں دفن کیا تھا تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جاؤ نفل نماز شروع کرو جب تک یاد نہ آئے اس وقت تک پڑھتے رہو۔ جب اس شخص نے نفل نماز شروع کر دی تو کچھ ہی رکعتوں کے بعد شیطان نے وہ جگہ یاد دلا دی"۔ جب یہ شخص شیطان کی اس چال سے بھی بچ جاتا ہے اور نماز صحیح طریقے سے ادا کر لیتا ہے تو پھر دعاؤں کو بیکار کرنا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تو کس منہ سے اللہ عزوجل سے مانگے گا حالانکہ تو گناہ کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے اس طرح سے توبہ قبول نہیں ہوتی لہٰذا جب گناہ کے کام چھوڑ دو گے تب پھر آرام سے دعا کرنا اور توبہ کرنا تاکہ قبول بھی ہو جائے اس طرح کے وسوسوں سے اس کو دعا کرنے سے باز رکھتا ہے جب ہر طرح کی چالوں سے یہ شخص شیطان کے جال میں نہیں آتا تو پھر شیطان اپنا آخری تیر پھینکتا ہے جس سے اکثر لوگ زخمی ہو جاتے ہیں یعنی اس کی چال کا شکار ہو جاتے ہیں اور جو ثواب اور درجات نماز کی وجہ سے ملے ہیں وہ کھو دیتا ہے وہ چال یہ ہے کہ جب یہ شخص نماز سے فارغ ہو جاتا ہے تو شیطان اسے کہتا ہے کہ تو کتنا بڑا نمازی ہے کتنی اچھی نماز پڑھی بہت سے لوگوں نے بھی نماز پڑھی مگر وہ ساری صحیح نہیں تھی صرف آپ نے بالکل اچھی طرح سے ادا کی اور آپ کے دوست، بھائی وغیرہ تو نماز ہی نہیں پڑھتے، گھر میں تو صرف آپ ہو جو نماز پڑھتے ہو وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے جملوں سے اس کے اندر ریاکاری، غرور و تکبر اور دوسرے کو اپنے سے دین میں کم سمجھنے لگتا ہے۔ جس سے وہ حاصل کیے گئے درجات و ثواب کو کھو دیتا ہے۔

یہ صرف نماز میں ہی نہیں بلکہ دین کے جتنے بھی ارکان ہیں مثلاً زکوٰۃ، صدقہ، حج، جہاد اور روزہ وغیرہ سب میں اسی طرح کی چالیں چلتا ہے، ہمیں چاہیے کہ جو بھی عمل ہو خالص اللہ کی رضا کے لئے ہو، ریاکاری کا اس میں کوئی دخل نہ ہو اپنی طرف سے پوری کوشش کریں باقی اللہ عزوجل پر چھوڑ دیں۔ اگر تھوڑا بہت دل میں ریاکاری اور بڑائی کا خیال وغیرہ آئے بھی تو فوراً استغفار کر لینا چاہیے تاکہ اعمال ضائع نہ ہوں۔ اللہ عزوجل ہمیں شیطان کی چالوں سے اپنی پناہ میں رکھیں۔ آمین

میڈیا اور اسلام

نمیرہ شاہ

"پروٹوکولز" ایک ایسی مقبول عام دستاویز ہے جسے دنیا بھر سے منتخب کیے گئے یہودی راہنماؤں کی ایک پوری جماعت نے صدی پہلے تحریر کیا تھا۔ دیکھنے میں یہ محض ایک عام سی کتاب لگتی ہے مگر کئی اعتبار سے انوکھی ہے۔ اس کتاب میں وسیع تر اسرائیل کا جو پلان بتایا گیا ہے وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ صیہونیت بہت جلد پوری دنیا پر چھا جائے گی اور یہودیوں کا معیشت، سیاست اور صحافت سمیت ہر شعبہ زندگی پر مکمل کنٹرول ہوگا۔ پروٹوکولز کا نام پانے والی دستاویزات کی کل تعداد چالیس سے زائد بتائی جاتی ہے جبکہ اردو سمیت دنیا کی مختلف زبانوں میں ان کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ پاکستان میں پہلی بار مصباح الاسلام فاروقی نے "جیوش کنسپائریسی" کے نام سے پروٹوکولز کا انگریزی ترجمہ کیا جبکہ "یہودی پروٹوکولز" کے نام سے اردو ترجمے کی سعادت محمد یحییٰ خان کے حصے میں آئی۔ اس صیہونی پروٹوکولز کو متعدد اہل رائے کے یہودی مورخ دان نہ صرف جھٹلا چکے ہیں بلکہ یہودی اسکے نسخے خرید کر تلف بھی کرتے رہے ہیں۔ یہودی مورخ دانوں کے مطابق پروٹوکولز مکمل طور پر ایک من گھڑت کہانی ہے جسے اس ارادے کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ یہودیوں کو تمام برائیوں کیلئے مورد الزام ٹھہرایا جا سکے لیکن موجودہ حالات سو فیصد اس کی تصدیق کرتے ہیں جو آج سے ایک صدی پہلے لکھی گئی۔

شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ فرنگ کی رگ و جاں پنجہ یہود میں ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ کو دنیا میں موجودہ فرقہ، بے روزگاری، نفسا نفسی، مادہ پرستی، بے سکونی، جنگ و جدل، جرائم اور فحاشی جیسے مسائل کی موجودگی کی اصل وجہ بھی معلوم ہو جائے گی۔

"پروٹوکولز" کے بارہویں باب میں میڈیا کو کنٹرول کرنے اور اس کے ذریعے برین واشنگ یا ذہنی دھلائی کرکے اپنے حق میں رائے عامہ ہموار کرنے کا پلان بھی شامل ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ یہودی اس میں کافی حد تک کامیاب بھی ہو چکے ہیں۔ ذرائع ابلاغ پر کنٹرول کے بارے میں اس کتاب میں جو پروٹوکولز شامل ہیں ان میں یہ بتایا گیا ہے کہ "ہماری منظوری کے بغیر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ خبر بھی کسی سماج تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس بات کو یقینی بنانے کیلئے ہم یہودیوں کیلئے ضروری ہے کہ ہم خبر رساں ایجنسیاں قائم کریں جن کا بنیادی کام ساری دنیا کے گوشے گوشے سے خبروں کا جمع کرنا ہو۔ اس صورت میں ہم اس بات کی ضمانت حاصل کر سکتے ہیں کہ ہماری مرضی اور اجازت کے بغیر کوئی خبر شائع نہ ہو۔"

عالمی ذرائع ابلاغ خاص صیہونی میڈیا سمجھا جاتا ہے جو کہ اب تک یہودی تاجروں کے زیر اثر ہے حتیٰ کہ عالمی حالات پر اس میڈیا کی چھاپ اس قدر گہری ہے کہ ہم اسکے منفی پروپیگنڈوں کے باوجود اسے اپنے قومی میڈیا پر ترجیح دیتے ہیں۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں ذرائع ابلاغ کا جو اہم کردار ہے وہ کسی ذی شعور سے مخفی نہیں لیکن یہی میڈیا عوام کی برین واشنگ کیلئے ایک موثر ہتھیار کے طور پر بھی استعمال ہو رہا ہے۔ اس وقت عالمی میڈیا پوری طاقت کے ساتھ اسلام کے خلاف برین واشنگ کرکے یہودی مفادات کیلئے سرگرم عمل ہے۔ وہ مسلمانوں کو دہشت گرد، دہشت پسند اور اسلام کو ناقابل عمل دین باور کرواتا ہے۔ مسلمانوں کی دل آزاری کیلئے کبھی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ خاکے جاری کئے جاتے ہیں تو کبھی "مسلمانوں کی معصومیت" کے عنوان سے طربیہ فلمیں بنتی ہیں۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کیلئے سوشل میڈیا کو بھی ایک موثر ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ اسلامی میڈیا اتنا طاقتور نہیں کہ اپنے خلاف ہونیوالے پروپیگنڈے کا بھرپور جواب دے سکے۔ ایسی پریشان کن صورتحال سے بے چین ہو کر دین کا درد رکھنے والا ہر مسلمان یہ تقاضہ کرتا ہے کہ علمائے کرام ٹی وی پروگراموں میں آ کر اسلام کیخلاف اٹھنے والے ہر فتنہ کا نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کریں بلکہ عوام کو اصل حقائق سے بھی آگاہ کریں مگر افسوس کہ بدقسمتی سے دین اسلام کے محافظ علمائے کرام اب تک سوچوں میں گم ہیں۔ علمائے کرام کا ایک طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ تصویر بنانا اور بنوانا دونوں حرام ہیں۔ چونکہ ٹی وی میں تصویر ہوتی ہے اس لئے ٹی وی پروگرام کرنا اور دیکھنا دونوں ناجائز ہیں۔ دوسرا طبقہ جو تصویر بنانے اور بنوانے کو ناجائز نہیں سمجھتا مگر اسلام مخالف حساس اور سنگین معاملات سے خود کو قدرے دور ضرور رکھتا ہے جبکہ علماء کا تیسرا طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ حدود آرڈیننس، توہین رسالت قانون اور اسلام مخالف مغربی پروپیگنڈے جیسے نازک معاملات میں اپنے موقف کی صحیح وضاحت اور پروپیگنڈے کے خاتمے کیلئے ٹی وی پر اضطراری طور پر بدرجہ مجبوری آیا جا سکتا ہے۔ ایسے علماء میں سے کچھ ذاتی حیثیت میں ٹی وی پر جلوہ افروز ضرور ہوتے ہیں مگر اکثریتی علمائے حق کی اس دوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ٹی وی چینلوں کے ذریعے کئی ایسے خود ساختہ عالم دین اور مذہبی اسکالر متعارف ہو

چکے ہیں جو اپنی مرضی کے "رنگین اسلام" کو فروغ دینے میں کوشاں رہتے ہیں۔

بہت سی این جی اوز اور شخصیات جو حدود آرڈیننس اور توہین رسالت جیسے قوانین کے خاتمے کیلئے سرگرم ہیں وہ بھی ان قوانین سے منسلک کئی حساس ایشوز پر ایسے ہی جاہل خود ساختہ مذہبی اسکالرز کی رائے کو اپنے حق میں استعمال کرتی ہیں۔ اب بھی ٹی وی چینلوں پر ایسے خود ساختہ مذہبی اسکالرز اور جاہل ماڈرن مولویوں کے ذریعے اخلاقیات، سماجی تعلقات، روشن خیالی، ذہنی کشادگی اور سوچ پر کاری ضرب لگائی جارہی ہے۔ ٹی وی پر بحث و مباحثہ کے پروگراموں میں جو تماشا لگتا ہے اس تماشہ کو میں بقول نامور سینئر کالم نگار "اوریا مقبول جان" تمسخر اور تضحیک کا نشانہ بنانے کیلئے سادہ لوح علماء کو بلایا جاتا ہے پھر ان کے منہ میں ایسے نعرے ڈالنے کی کوشش کی جاتی ہے جن میں ان تمام ظالمانہ اور جاہلانہ رسوم کو اسلام اور مولوی کے کھاتے میں ڈال کر بدنامی کی مہر لگا دی جاتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل ایک مقبول ٹی وی چینل پر نشر ہونے والے مذہبی پروگرام میں قبول اسلام کا جاہلانہ ڈرامہ رچایا گیا۔ پروگرام کے ہوسٹ مائیک ٹیلیفون کال پر ایک غیر مسلم خاتون کو مسلمان کر رہے تھے۔ کمال بات یہ ہے کہ موصوف اس بات سے بھی ناواقف نکلے کہ غیر مسلم کو کونسا کلمہ پڑھا کر مسلمان کیا جاتا ہے جبکہ جو معروف کلمہ پڑھایا گیا وہ جناب موصوف تو خود بھی صحیح طرح سے نہیں پڑھ سکتے تھے اور اس کلمہ طیبہ کا جو ترجمہ فرما رہے تھے وہ بھی اپنی جگہ ایک شاہکار ہے کہ جو نہ کسی نے آج تک کیا نہ کسی نے سنا ہوگا جبکہ جس خاتون کو وہ مسلمان کرنے کی "سعادت" حاصل کر رہے تھے وہ زیادہ بہتر طریقے سے کلمہ پڑھ رہی تھی۔

اسی طرح ایک اور لائیو ٹیلی ویژن شو میں ایک ہندو نوجوان کو اسلام قبول کرتے دکھایا گیا۔ جیسے ہی ہندو نوجوان نے ایک امام کے ذریعہ اسلام قبول کیا تو اس پر نہ صرف بھرپور خوشیاں منائی گئیں بلکہ جس انداز سے مبارکباد کے پیغام آنے شروع ہوئے اُس سے یہی تاثر اُبھرتا تھا کہ پاکستان میں کسی بھی مذہب کو وہ حیثیت حاصل نہیں جو کہ اسلام کو ہے۔ ایسی صورتحال سے فائدہ وہ این جی اوز اور شخصیات اٹھاتی ہیں جو اقلیتوں کے حقوق کے نام پر واویلا کرکے حدود آرڈیننس اور توہین رسالت جیسے قوانین کے خاتمے کیلئے سرگرم ہیں۔ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت، کتاب و سنت اور سنت خلفائے راشدین و ائمہ مطہرین، اجتہاد ائمہ فقہ اور علمائے امت کی متفقہ رائے کی رو سے ثابت ہے مگر بعض لوگ جان بوجھ کر توہین رسالت قانون کا بے جا استعمال کرتے ہیں تاکہ اس قانون کو بے وقعت کر دیا جائے کیونکہ اس قانون نے کئی ایک سرکش لوگوں کو شتر بے مہار بننے سے روک رکھا ہے۔ دینی و دنیاوی معاملات میں منافقت برتنے والے کسی آئین اور قرارداد کے محتاج نہیں ہوتے لیکن ان قوانین سے منافقین کا کام آسان ضرور ہو گیا ہے۔

اسلام دشمن این جی اوز اور شخصیات اپنے بیانات میں توہین رسالت کے قانون کو فکر قائداعظم کے منافی قرار دیتی ہیں۔ ان نام نہاد ترقی پسند اور روشن خیال افراد کے نزدیک "سیکولرازم" کا جو مفہوم ہے، قائداعظم محمد علی جناحؒ کا اس سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا آج یہ فتنہ پرداز محسن انسانیت کی ناموس کے تحفظ پر مبنی قانون کو "فتنہ" قرار دیتے ہوئے نہیں ججھکتے جبکہ قائداعظمؒ اپنی تمام مصروفیات ترک کرکے شاتم رسول راج پال کے قتل کیس میں غازی علم الدین شہیدؒ کی طرف سے اس کے مقدمہ کی پیروی کرنے کیلئے بمبئی سے لاہور تشریف لائے تھے۔ قائداعظمؒ کا اصول یہ تھا کہ وہ کسی غلط مقدمہ کو لینے سے انکار کر دیتے تھے مگر انہوں نے غازی علم الدین شہیدؒ کا مقدمہ لینے کی حامی بھری۔ لاہور میں شاتم رسول راج پال کو قتل کرنے والے غازی علم الدین شہیدؒ اور کراچی میں شاتم رسول ناتھو رام کو واصل جہنم کرنے والے غازی عبدالقیوم کو شاعر مشرق علامہ محمد اقبال بھی اپنی مایہ ناز تصنیف ضرب کلیم میں خراج تحسین پیش کر چکے ہیں۔

مسلمان نما اسلام دشمنوں کے فریب و دجل کا یہ بھی انداز دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ اپنی خواہشات نفس پر مبنی اسلام سے متصادم نظریات کو "عین اسلام" بنا کر پیش کرتے ہیں۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ ناواقف عوام کو بے وقوف بنایا جائے اور اسلامی معاشرے میں اسلام کی کھلی مخالفت کے نتیجے میں درپیش آنے والے خطرات سے خود کو محفوظ کیا جا سکے۔ ایسے لوگ اپنی مسلمانیت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ان کا ہر قول و فعل اسلام کی مخالفت پر مبنی ہوتا ہے جبکہ دوسری جانب مغرب کے اشاروں پر چلنے والی این جی اوز ایسے مواقع پیدا کرکے مغرب سے ہی لاکھوں ڈالر وصول کرتی ہیں۔ بڑے دجال کی آمد سے قبل ہی اسلام کے خلاف کئی چھوٹے دجال متحرک ہو چکے ہیں مگر تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کو جتنا بھی دبایا گیا اتنا ہی پھیلتا گیا۔ یورپ کی مثال ہمارے سامنے ہے جہاں سب سے زیادہ پھیلنے والا مذہب اسلام ہی ہے۔ یہودی بھی دین اسلام کا راستہ روکنے کیلئے عیسائیوں سے مل کر پوری دنیا کے نیوز میڈیا کو جیوش نیوز (Jewish News) بنانے میں مصروف ہیں لیکن مستقبل انشاءاللہ عدل و انصاف کے لازوال عالمی نظام "اسلام" کا ہی ہے

بچوں کے صفحات

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں

آپ ﷺ نے فرمایا میری امت پر وہ وقت آنے والا ہے جب دوسری قومیں اس پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی کہ جس طرح کھانے والے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں تو کسی نے پوچھا یا رسول اللہ " کیا اس زمانے میں ہماری تعداد کم ہو جائے گی کہ ہمیں نگل لینے کے لئے قومیں متحد ہو جائیں گی؟" ارشاد فرمایا" نہیں، اس وقت تمہاری تعداد کم نہ ہو گی بلکہ تم بہت بڑی تعداد میں ہو گے البتہ تم سیلاب میں بہنے والے تنکوں کی طرح بے وزن ہو جاؤ گے تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا رعب نکل جائے گا اور تمہارے دلوں میں پستی گھر کر لے گی اس پر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا" یا رسول اللہ ﷺ یہ پستی کس وجہ سے آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا" اس وجہ سے کہ تم دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرنے لگو گے"

سبکتگین اور ہرنی کا بچہ

افغانستان کا ایک علاقہ غزنی ہے جس کا بادشاہ سبکتگین تھا اسے شکار کا شوق تھا ایک دن وہ شکار کی تلاش میں جنگل گیا وہ سارا دن جنگل میں مارا مارا پھرتا رہا مگر اسے کہیں شکار نہ ملا۔ آخر شام کو جب وہ واپس جانے لگا تو اسے ہرنی کا بچہ نظر آیا اس نے اس کو پکڑ لیا جب وہ ذرا دور چلا گیا تو اسے اپنے پیچھے ایک ہرنی نظر آئی جو حسرت سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی وہ سمجھ گیا کہ یہ ہرنی اس بچے کی ماں ہے اس نے سوچا کہ میں کتنا برا ہوں جو ایک ماں کی ممتا کا خون کر رہا ہوں اس نے بچے کو چھوڑ دیا بچہ ماں کی طرف بھاگ گیا اور ماں نے اسے پیار کیا۔

سبکتگین کو اس رات خواب میں نبی اکرم حضرت محمد ﷺ نظر آئے انہوں نے اسے غزنی کی بادشاہت کی خوشخبری دی جو پوری ہوئی اور وہ اسلام کا مشہور سپہ سالار بنا اور بادشاہ بھی وہ محمود غزنوی کا باپ تھا۔ (یاسر)

ذہانت آپ کو ملی ہے اسے استعمال کریں!

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو ذہانت کی خوبی سے نوازا ہے یہ بات ٹھیک ہے کہ کچھ افراد کو قدرت نے زیادہ ذہنی صلاحیتوں سے نوازا اور کچھ افراد کو ذرا کم ذہنی صلاحیتیں عطا ہوتی ہیں لیکن دوستو، بات صرف یہ ہے کہ ہمیں قدرت کی دی ہوئی صلاحیت کو استعمال کرنا چاہیے۔ اکثر طلبہ صرف یہ دیکھ کر کہ وہ کلاس میں اچھے نمبر لے رہے، جبکہ ان کے مقابلے میں دوسرے ساتھی طلبہ اچھے گریڈ لے رہے ہیں تو وہ احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ احساس کمتری ان کی ذہنی صلاحیتوں کو دبا دیتا ہے اس کے برعکس اگر وہ پریشان ہونے کی بجائے اپنی پڑھائی کو زیادہ وقت دیں اپنے ہوم ورک کو زیادہ بہتر انداز میں مکمل کریں اپنی پڑھائی کے لیے اچھا نظام الاوقات بنائیں اور اس کے مطابق پڑھائی کریں تو کوئی شبہ نہیں کہ ان کا شمار بھی کلاس کے اچھے اور ذہین طالب علموں میں ہونے لگے ضرورت تو بس اس بات کی ہے کہ ان ذہنی صلاحیتوں کو جگایا جائے۔ احمد علی خان، لاہور۔

ہم کیا کریں گے؟

غریبوں کی مسیحائی یا سوفٹ ویئر انجینئرنگ یا پھر پرواز آسمان کی بلندیوں پر!

میرا نام راحیل ارشد بٹ ہے میں آٹھویں کلاس کا طالب علم ہوں میں اپنی فیلڈ میں محنت کر کے قابل ڈاکٹر بنوں گا اور غریب مریضوں کا خاص خیال رکھا کروں گا۔

میرا نام انس ہے میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا ہوں میں پائلٹ بننا چاہتا ہوں اور آسمان کی بلندیوں سے زمین کی خوبصورتی دیکھنا چاہتا ہوں۔ راشد منہاس کی طرح اپنے وطن کا نام روشن کرنا میرا خواب ہے۔

میرا نام محسن کمال ہے اور میں مستقبل کا قابل سوفٹ ویئر انجینئرنگ بننا چاہتا ہوں آج کل کمپیوٹر ٹیکنالوجی کا دور ہے ملازمتوں میں بھی اس کا سکوپ بہت زیادہ ہے اور پھر کمپیوٹر میرا انٹرسٹ ہے اللہ تعالیٰ مجھے اس میں کامیاب کرے آمین

میرا نام فہد احمد ہے اور میں مستقبل کی نیورو سرجن ہوں مجھے امید ہے کہ جو خواب میں نے دیکھا اللہ تعالیٰ مجھے اس میں ضرور کامیابی عطا فرمائیں گے

میرا نام رشد عادل خان ہے جو خواب میں نے اپنے مستقبل کے حوالے سے دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ میں

اڑنے کا شوق ہے میں پائلٹ بننا چاہتی ہوں پاکستان میں خواتین پائلٹ کامیابی سے جہاز چلا رہی ہیں وہ میری آئیڈیل ہیں۔

حکایت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک شخص ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے اسم اعظم سکھا دیں اس مقصد کی خاطر وہ شخص کئی سال تک بزرگ کی خدمت کرتا رہا۔ آخر ایک دن اس نے بزرگ کو قسم دی اور سخت اصرار کیا کہ آج تو آپ ضرور مجھے اسم اعظم سکھائیں۔ بزرگ نے جب دیکھا کہ یہ شخص کسی طرح نہیں ٹلتا تو انہوں نے اس کو ایک برتن دیا جس کا منہ ڈھکن سے بند تھا کہ اس برتن کو فلاں شخص کے پاس لے جاؤ لیکن برتن کو کھول کر نہ دیکھنا وہ شخص بزرگ کے حکم پر برتن لے کر چلا ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ اس کے دل میں خیال آیا کہ برتن کا ڈھکن تو اٹھا کر دیکھوں اس میں کیا ہے۔ چنانچہ اس خیال کے پیش نظر اس نے ڈھکن اٹھایا اور جیسے ہی ڈھکن اٹھایا برتن میں سے ایک چوہا کود کر باہر نکلا اور بھاگ گیا یہ دیکھ کر اس شخص کو بڑا غصہ آیا اور وہیں سے پلٹ کر بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا!

حضرت! آپ بھی میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔ بزرگ نے اس کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے فرمایا! ہم نے تو تمہارے ساتھ کوئی مذاق نہیں کیا ہم نے تو ایک چوہے کے ذریعے سے تمہاری امانت کی قابلیت کو جانچنا چاہا تھا مگر تم ایک چوہے کی حفاظت نہ کر سکے اور اس امانت میں خیانت کر دی اب تم خود ہی بتاؤ کہ جب تم ایک حقیر سی امانت کی حفاظت نہیں کر سکے تو پھر اسم اعظم کی مقدس امانت کی حفاظت تم کیسے کر سکتے ہو۔ (وسیم سرور، گھروٹ)

اندازِ ہمدردی

بس میں بہت زیادہ رش تھا۔ ایک بزرگ سیٹ نہ ملنے کی وجہ سے ڈنڈا پکڑے کھڑے تھے قریب ہی سیٹ پر ایک نوجوان کھڑکی پر سر ٹکائے سو رہا تھا کنڈکٹر نے اس خیال سے اسے جگانے کی کوشش کی کہ کہیں اس کا سٹاپ نہ نکل جائے۔

نوجوان آنکھیں کھولے بغیر بولا میں سو نہیں رہا تم اپنا کام کرو۔

"سو نہیں رہے تو آنکھیں بند کر کے کیوں بیٹھے ہو؟" کنڈکٹر نے حیرت سے پوچھا۔

"میں بزرگوں کو کھڑے ہو کر سفر کرتے نہیں دیکھ سکتا" نوجوان نے جواب دیا۔

فیشن کیا ہے میرا نقطہ نظر

عمیرہ اصغر

(نور کینٹ، لاہور)

روز مرہ زندگی میں فیشن کی اتنی بھی اہمیت نہیں کہ ہم اپنی شناخت بھول جائیں۔

فیشن دورِ جدید کی ایک ایسی اصطلاح ہے جس کا سب سے ضروری پہلو بناؤ سنگھار کی نمائش ہے اس کے مختلف پہلو ہیں۔ مثلاً لباس، زیورات، زیب و زینت وغیرہ حتیٰ کہ اب تو ملنا جلنا، کھانا پینا اور بات چیت بھی فیشن کی زد میں آچکے ہیں میرا خیال ہے ان دونوں فیشن میں نمائش کی اجازت نہیں دیتا خصوصاً خواتین کو کیونکہ اس سے معاشرے میں بہت سے فسادات اور اخلاقی برائیاں پھیلنے کا غالب امکان موجود رہتا ہے۔ اسلام سادگی سکھاتا ہے اور سادگی اختیار کرنے پر ہی اصرار کرتا ہے ہمیں اپنے دینی احکامات اور معاشرتی رسم و رواج کے اندر رہتے ہوئے رہتے سہتے اور پہننے، اوڑھنے، پچھونے کا ایک ایسا انداز اپنانا ہو گا جو جدید ہو مگر بے حیائی پر مبنی نہ ہو۔ دوسرے فیشن اپنا کر ہم اپنی شناخت کھوتے جا رہے ہیں اب تو انگلش زبان بولنا بھی فیشن کے زمرے میں آنے لگا ہے۔ نوجوان کو دیکھو تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کوا چلا ہنس کی چال اور اپنی چال ہی بھول گیا۔

کیونکہ جب وہ اردو زبان کو بھی انگریزی کی طرح منہ بگاڑ بگاڑ کر بولتے ہیں تو بے چارے قابل رحم ہی لگتے ہیں۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے اگر اپنے بندوں پر اپنی نعمت کا اظہار بھی دیکھے"

اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مال و دولت عطا کر رکھا ہے تو اچھا لباس پہن کر اس کی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس مثال سے بیان کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ ہم اپنی آمدنی کے مطابق جائز حد تک مناسب اور قیمتی لباس پہنیں مگر اس بات کی پابندی بھی ہے کہ لباس سے نمود و نمائش اور بے حیائی عام نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کم آمدنی والے طبقے میں احساس محرومی اور اپنی کم مائیگی کا خیال زور پکڑے اور یوں معاشرہ ابتری اور بے چینی کا شکار ہو جائے۔

آج کل ہم سمجھتے ہیں کہ دنیا بہت آگے نکل گئی ہے اور ہمیں اس کے ساتھ چلنا چاہیے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم اپنے دین کی تعلیمات کو ہی بھول جائیں۔

ہمارا مذہب، ہمارا لباس، ہماری زبان ہی ہماری انفرادیت اور شناخت ہے دوسری قوموں کا انداز اپنا لینے سے ہماری شناخت مسخ ہو جائے گی۔ "جو قومیں اپنی روایات اور اقدار کی حفاظت نہیں کرتیں وہ اپنی عزت نفس اور خودداری کھو دیتی ہیں۔"

ہوائن پیزا

اجزاء:

- خمیر: 1 کھانے کا چمچ
- سوکھا دودھ: 1 کھانے کا چمچ
- تیل: 4 کھانے کے چمچ
- نمک: 1/2 چائے کا چمچ
- انڈا: 1 عدد

ٹوپنگ کے لیے

- سوسیجز (چوپڈ): 3 عدد
- چکن فلے: 2 عدد
- پیزا سوس: 1 کپ
- پائن ایپل چنکس: 1/2 کپ
- چیڈر چیز: 1 کپ
- موزریلا چیز: 1 کپ
- اوریگانو: 1 چٹکی

ترکیب

☆ ڈو بنانے کے لیے 2 کپ میدہ، 1 کھانے کا چمچ خمیر، 1 کھانے کا چمچ سوکھا دودھ، 4 کھانے کے چمچ تیل، 1/2 چائے کا چمچ نمک اور 1 عدد انڈا ملا کر گوندھ لیں۔ ایک پیالے میں تھوڑا تیل لگا کر ڈو کو اس میں ڈالیں اور ڈھک کر رکھ دیں۔ ڈو کو بیکنگ ڈش میں ڈال کر اس پر 1 کپ پیزا سوس لگائیں۔ اب اس پر تھوڑا سا چیز، سوسیجز اور 1/2 کپ پائن ایپل ڈال کر اوپر سے مزید چیز ڈال دیں۔ اوپر سے 1 چٹکی اوریگانو ڈال کر 220c پر 12 سے 15 منٹ کے لیے بیک کر لیں۔ ہوائن پیزا تیار ہے۔

چکن فرائیڈ نوڈلز

اجزا:

- چکن بریسٹ (بون لیس): 1/2 کلو
- گاجر: 1 عدد
- شملہ مرچ: 1 عدد
- ہری پیاز: 2 عدد
- پھینٹا ہوا انڈا: آدھا
- ایگ نوڈلز: 1/2 پیکٹ
- کٹا لہسن: 4-5 جوئے
- کٹی کالی مرچ: 1 چائے کا چمچ
- براؤن شوگر: 2 کھانے کے چمچے
- لیموں کا رس: 2 کھانے کے چمچے
- کارن فلور: 2 کھانے کے چمچے
- چلی سوس: 2 کھانے کے چمچے
- تیل: تلنے کے لیے
- نمک: حسب ذائقہ

ترکیب:

پہلے 1/2 پیکٹ ایگ نوڈلز کو ابال کر تیل میں ڈیپ فرائی کر کے ایک طرف رکھ دیں۔

☆ اب ایک پیالے میں 1/2 کلو چکن کو اسٹرپس میں کاٹ کر 2 کھانے کے چمچ کارن فلور، حسب ذائقہ نمک، 1 چائے کا چمچ کٹی کالی مرچ اور پھینٹا ہوا آدھا انڈا ملا کر مکس کریں اور گرم تیل میں ڈیپ فرائی کر لیں۔

☆ پھر پین میں 2 کھانے کے چمچ تیل گرم کر کے 4-5 جوئے کٹا لہسن شامل کر کے لال کر لیں۔

☆ اب اس میں 2 کھانے کے چمچ لیموں کا رس، 2 کھانے کے چمچ چلی سوس، 1 عدد گاجر، 1 عدد شملہ مرچ، 2 عدد ہری پیاز، 2 کھانے کے چمچ براؤن شوگر اور فرائی کی ہوئی چکن شامل کر کے اچھی طرح سے پکا لیں۔

☆ جب یہ خوب اچھی طرح مکس ہو جائے تو اسے نکال کر فرائی نوڈلز کے اوپر ڈال کر گرم گرم سرو کریں۔

گارلک روسٹ چکن

اجزاء:

- چکن: 1 کلو
- لیموں: 1 عدد
- نمک: 1 کھانے کا چمچ
- لہسن: 1 عدد
- آدھی کٹی پیاز: 1 عدد
- زیتون کا تیل: چھڑکنے کیلئے
- پسی کالی مرچ: 1 چائے کا چمچ

ترکیب: ☆ 1 کلو چکن کو بھوننے کے لیے روسٹنگ پین میں رکھ دیں۔ اب اس پر 1 کھانے کا چمچ نمک لگائیں اور آدھے لیموں کا رس ڈال دیں۔ پھر اس میں باقی آدھے لیموں کا رس، 1 عدد پیاز اور کو می کٹی پیاز اور 1 عدد درمیان سے آدھا کٹا لہسن رکھ دیں۔ اس کے بعد چکن پر 1 چائے کا چمچ پسی کالی مرچ ڈالیں اور زیتون کا تیل چھڑک کر 180c پر 1 گھنٹے کے لیے روسٹ کر لیں۔

چکن نگٹس

اجزا:

- چکن کا قیمہ: 1/2 کلو
- سویا سوس: 1 کھانے کا چمچ
- ڈبل روٹی: 1 سلائس
- نمک: 1 چائے کا چمچ
- انڈا: 1 عدد
- کالی مرچ: 1 عدد
- بریڈ کرمبز: کوٹنگ کے لیے

ترکیب

☆ 1/2 کلو چکن کے قیمے میں 1 کھانے کا چمچ سویا سوس، 1 سلائس ڈبل روٹی، 1 چائے کا چمچ نمک اور 1 چائے کا چمچ کالی مرچ ڈال کر میری نیٹ کر لیں۔ اب 1 عدد انڈا ڈال کر مکس کر لیں۔ پھر اس کو نگٹس کی شکل میں بنالیں اور انڈے میں ڈپ کر کے بریڈ کرمبز میں لگالیں اور گرم تیل میں تل کر گولڈن براؤن کر لیں۔

میکسیکن شیریڈ ڈبیف:

اجزا:

- بیف انڈر کٹ: 1/2 کلو
- نمک: حسب ذائقہ
- اوریگانو: 1/2 چائے کا چمچ
- پپریکا: 1 چائے کا چمچ
- تیل: 3 کھانے کے چمچے
- درمیانی پیاز: 1 عدد
- لہسن: 3-4 جوے
- لال شملہ مرچ: 1 عدد
- لمبی کٹی ہری مرچ: 3-4 عدد
- لمبی کٹی سیلری: 1 اسٹک
- ٹماٹر سلائس: 1 عدد
- پسی کالی مرچ: 1/2 چائے کا چمچ
- ٹباسکو: 1 کھانے کا چمچ

ترکیب:

☆ پہلے 1/2 کلو بیف انڈر کٹ کو شیریڈ جولین شیپ میں کاٹ لیں۔

☆ اب 1 عدد لال شملہ مرچ، 3-4 عدد ہری مرچ، 1 اسٹک سیلری اور 1 عدد ٹماٹر کو لمبائی میں کاٹ لیں۔
☆ اب ایک کڑاہی میں 3 کھانے کے چمچے تیل گرم کر کے اس میں 3-4 جوے لہسن فرائی کریں۔
☆ جب لہسن لال ہونے لگے تو اس میں بیف شامل کر کے اتنا پکائیں کہ وہ پک جائے اور اس کا کلر گولڈن ہو جائے۔
☆ اب اس میں تمام سبزیاں شامل کر کے حسب ذائقہ نمک، 1/2 چائے کا چمچ پسی کالی مرچ 1/2 چائے کا چمچ اوریگانو، 1 چائے کا چمچ پپریکا اور 1 کھانے کا چمچ ٹباسکو شامل کر کے مکس کریں اور چاول کے ساتھ گرم گرم پیش کریں۔

دودھ ڈلاری

اجزا:

- دودھ: 2 لیٹر
- کنڈینسڈ ملک: 1/2 کپ
- کارن فلور: 1 کھانے کا چمچ
- رنگین سویاں: 1/2 کپ
- اسٹرابری جیلی: 1 پیکٹ
- ہری جیلی: 1 پیکٹ
- ربڑی: 250 گرام
- کریم: 200 گرام
- مکس فروٹ کوکٹیل: 1 بڑا ٹن
- چھوٹے چم چم: 250 گرام

ترکیب

☆ 2 لیٹر دودھ کو 20 منٹ پکائیں، یہاں تک کہ وہ گاڑھا ہو جائے۔
☆ اب اس میں 1/2 کپ رنگین سویاں اور 1/2 کپ ٹھنڈے دودھ میں حل کیا ہوا 1 کھانے کا چمچ کارن فلور شامل کر کے پکائیں کہ وہ گاڑھا ہو جائے۔
☆ پھر اسے اچھی طرح ٹھنڈا کر کے 1/2 کپ کنڈینسڈ ملک اور 1 بڑا ٹن مکس فروٹ کوکٹیل شامل کر دیں۔
☆ اس کے بعد 1 پیکٹ اسٹرابری جیلی اور 1 پیکٹ ہری جیلی کو ایک ایک کپ پانی میں حل کر کے جما لیں۔
☆ اب ان کے کیوبز کاٹ کر ٹھنڈے دودھ میں ڈال دیں۔ ساتھ ہی اس میں 200 گرام کریم، 250 گرام چھوٹے چم چم اور 250 گرام ربڑی ڈال کر مکس کر لیں اور ٹھنڈا سرو کریں۔